بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشعار غیر مطبوعۂ دیوان غالب

از غزل

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا

لذتِ ایجادِ ناز افسونِ عرضِ ذوقِ قتل   نعل آتش مین ہے تیغِ یار سے نخچیر کا

یار کے ایجادِ ناز کی لذت۔ لذت نہین بلکہ وہ ایک افسون ہے جس کی خاصیت سے ہر عاشق عرضِ ذوقِ قتل پر مجبور ہو جاتا ہے۔ نعل در آتش بودن ایک فارسی کا محاورہ ہے جس کے معنی بے قرار ہونے کے ہین اس لئے مصرعۂ ثانی کے یہ معنی ہوے کہ تیغِ یار کو دیکھکر نخچیر (شکار) جان دینے کے لئے بے قرار ہو رہا ہے۔ غالباً اسی شعر کو سلجھا کر یون کہا گیا ہے ؎

جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

خشت پشتِ دستِ عجز و قالب آغوشِ وداع   پُر ہوا ہے سیل سے پیمانہ کس تعمیر کا

ہر خشت ایک دستِ عجز کی پشت بنی ہوئی ہے۔ دستِ عجز وہ [illegible] جو عاجز ہو جائے یا جو جنگ [illegible] عاجز ہو کر روک لیا جائے اور قالبِ خشت معلوم ہوتا ہے کہ ایک آغوشِ وداع ہے یہ حالت دیکھکر حیرت سے پوچھتا ہے کہ کس تعمیر کو سیل نے برباد کر دیا ہے کہ ہر لازمۂ تعمیر کا غم

سے یہ عالم ہے۔

وحشتِ خوابِ عدم شورِ تماشا ہے اسدؔ — جو مژہ جوہر نہیں آئینۂ تعبیر کا

ہر مژہ چشم کو جوہر آئینہ تعبیر کا ہونا چاہیئے۔ جو مژہ (پلک) یہ صفت نہیں رکھتی وہ مژہ مژہ نہیں ہے۔ بلکہ خواب عدم کے لئے وحشت ہے اور تماشا کے لئے شور ہے یا یہ کہ شور تماشا خواب عدم کے لئے وحشت بنگیا ہے یہی سبب ہے کہ مژہ جوہر آئینہ تعبیر نہیں ہے۔

تغافل بدگمانی بلکہ میری سخت جانی سے — نگاہ بے حجاب ناز کو بیم گزند آیا

تغافل کی وجہ سے۔ بدگمانی کی وجہ سے نہیں نہیں ان سب کی وجہ سے نہیں بلکہ میری سخت جانی کی وجہ سے اس کی نگاہ بے حجاب ناز کو کسی نقصان پہونچنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مجھ تک نہ پہونچ سکی۔ بیم کو اس میں بہ تذکیر استعمال کیا ہے۔

فضائے خندۂ گل تنگ و ذوقِ عیش بے پروا — فراغت گاہِ آغوشِ وداعِ دل پسند آیا

خندۂ گل کی فضا تنگ ہے اور عیش کا ذوق بے پروا ہے لہذا ان سب کا اثر یہ ہوا کہ ہمکو آغوش وداع دل پسند آگیا ہے۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ تماشے خندۂ گل تنگ ہے اور عیش کا ذوق کچھ اس کی پروا بھی نہیں کرتا۔ اس کو گل سے اگر کوئی بات پسند ہے تو یہ کہ وہ یعنی پھول آغوش وداع دل کی فراغت گاہ میں آپہونچا ہے۔ پھول کی صورت موجودہ کو آغوش وداع دل کہا ہے اور دل وداع شدہ وہ صورت گل جو حالت غنچگی میں تھی۔

ہوئی جس کو بہارِ فرصتِ ہستی سے آگاہی — برنگِ لالہ جامِ بادہ بر محمل پسند آیا

جس کو ہستی (زندگی) کی بہار فرصت کا وقوف ہو گیا۔ یعنی جس نے یہ سمجھ لیا کہ بہار زندگی کی پائداری کتنی ہے تو عیش دنیا کو حالت رواروی میں تمام کر دیا۔ جیسے کہ لالہ جام بادہ محمل پر پی لیتا ہے۔ لالہ کے پھول کو جام بادہ سے اور شاخ گل لالہ کو محمل سے استعارہ کیا ہے لالہ کا محمل پر جام پینا بہت ہی نادر مضمون اور خیال ہے۔

سوادِ چشمِ بسمل انتخابِ نقطہ آرائی — خرامِ ناز بے پروائی قاتل پسند آیا

بسمل کی آنکھ کی سیاہ پتلی نقطہ آرائی کا انتخاب ہے یعنی وہ نقطہ ہے جو انتخاب میں لگا دیا کرتے ہیں اور یہ انتخاب کا نقطہ اس لئے ہے کہ وہ قاتل کی بے پروائی کو پسند کرتا ہے۔

رسم ہے کہ کتاب کے دیکھنے میں جو شعر یا عبارت وغیرہ پسند آتی ہے اسپر ایک نقطہ لگا دیتے ہیں اور اس کو نقطہ انتخاب کہتے ہیں۔ ایک جگہ یوں کہا ہے ؎

روانی ہائے موج خون بسمل سے ٹپکتا ہے
کہ لطف بے تحاشا رفتن قاتل پسند آیا

اسدؔ ہر جا سخن نے طرح باغ تازہ ڈالی ہے — مجھے رنگ بہار ایجادی بیدل پسند آیا

اے اسد ہر جگہ اس کی سخنوری نے ایک ہرا بھرا باغ لگا دیا ہے مجکو بیدل کی بہار ایجادی کا رنگ پسند آگیا ہے۔ یہ غزل بھی غالباً اس وقت کی ہے جب مرزا غالب بیدل و علی سہرندی وغیرہ کا اتباع کرتے تھے۔

عالم جہان بعرضِ بساطِ وجود تھا — جوں صبح چاک جیب مجھے تار و پود تھا

دنیا بھر جس جگہ اپنے بساط وجود کو پیش کر رہی تھی یعنی روز ازل میں جب دنیا و اہل دنیا وجود میں آنے والے تھے میرا چاک گریبان اس وقت بھی صبح کی طرح تار تار تھا۔ یعنی جب کہ دنیا کا وجود بھی نہ تھا میں اس وقت بھی دیوانہ تھا۔

بازی خورِ فریب ہے اہلِ نظر کا ذوق — ہنگامہ گرم حیرتِ بود و نبود تھا

اہل نظر کے ذوق نے دنیا میں فریب سے بازی کھائی ہے کیونکہ ہنگامۂ دنیا گرم ہی اس لئے تھا کہ بود و نبود کی فکر میں ذوق اہل نظر مبتلا ہو رہا تھا۔ یعنی اپنی ہستی یا دنیا کی ہستی کو سوچ رہے تھے کہ آیا ہم ہیں یا نہیں۔ ایسا ہی کچھ ہے کہ ؎

ہاں کھائیو مت فریب ہستی
ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے

تنگیِ رفیقِ رہ تھی عدم یا وجود تھا　　میرا سفر بہ طالعِ چشمِ حسود تھا

خواہ مین راہ وجود کو طے کر رہا تھا۔ اور خواہ راہ عدم کو دونون حالتون مین تنگی۔ تنگدلی۔ میری رفیق راہ تھی اور میرے سفر کی ہر حالت مین چشم حسود کی سی صورت تھی کہ تنگی اُن کی ہر صورت مین رفیق ہے۔ حاسدون کی تنگ چشمی مشہور مضمون ہے خود مرزا ایک جگہ کہتے ہین ؎

حسد سے دل اگر افسردہ ہی گرم تماشا ہو
کہ چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سے وا ہو

تو یک جہان قماش ہوس جمع کر کہ مین　　حیرت متاعِ عالمِ نقصان و سود تھا

ہوس کا اسباب تو ہی جمع کر یہ تجھی کو مبارک رہی۔ کیونکہ مین جب سے عالم مین آیا حیرت مجھ پر مسلط رہی اسی لئے نقصان و سود کی فکر مین حیران و سرگردان رہا۔ اور مجھ سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔

گردش محیط ظلم رہا جس قدر فلک　　مین پائمال غمزۂ چشم کبود تھا

یعنی جب تک کہ آسمان ظلم کی گردش کا احاطہ کئے رہا اس وقت تک مین برابر چشم کبود کے غمزون کا پائمال رہا چشم کبود سے پائمالی بہ لحاظ گردش فلک ہے۔

پوچھا تھا گرچہ یار نے احوال دل مگر　　کسکو دماغ منت گفت و شنود تھا

اگرچہ یار نے دل کا حال پوچھا تھا مگر ہم کو گفت و شنید کا دماغ ہی نہین تھا کہ حال بیان کرتے اور گفت و شنید کا احسان اٹھاتے۔

خور شبنم آشنا نہ ہوا ورنہ مین اسد　　سر تا پا گزارش ذوق سجود تھا

کیا کیا جائے آفتاب نے کبھی شبنم کی طرف توجہ ہی نہ کی۔ ورنہ اے اسد مین سر تا پا ذوق سجود کی گزارش کے لئے آمادہ اور مستعد تھا۔ کہتے ہین کہ شبنم آفتاب سے پیدا ہوتی ہے اور آفتاب ہی

اس کو جذب کرتا ہے۔ ایک شعر بھی ایسا ہی کچھ ہے ؎

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
ہم بھی ہین ایک عنایت کی نظر ہونے تک

ہے کہان تمنا کا دوسرا قدم یارب　　ہمنے دشت امکان کو ایک نقش پا پایا

یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ تمنا یہان آئی تھی اور اس جنگل سے گزر رہی تھی۔ مگر اے میرے خدا تمنا کا دوسرا قدم کہان پڑا۔ کیونکہ یہ دشت امکان ایک نقش قدم ہے دشت امکان کو نقش قدم سے تشبیہ دی ہے یعنی یہ عالم تمنا کے قیام کی جگہ نہین ہی۔ تمنا یہان کی حالت سے گھبرا کر اتنی جلد یہان سے گزر گئی کہ اس کا ایک قدم تو یہان پڑا جو دشت امکان کی صورت مین ہے دوسرے قدم کا پتہ نہین پایہ کہ ہماری تمنا کے ایک نقش قدم نے پوری دشت امکان کو گھیر لیا دوسرا قدم خدا معلوم کہان گیا۔

بے دماغ خجلت ہون رشک امتحان تا کے　　ایک بیکسی تجھکو عالم آشنا پایا

خجلت اور شرمندگی نے مجھے بیدماغ بنا دیا ہے کہان تک امتحان کے رشک کو گوارا کرون اے بیکسی مین نے بارہا آزمایا۔ اور ایک تیری ذات کو دنیا کا آشنا پایا۔

خاکبازی امید کارخانۂ طفلی　　یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا

دنیا مین کوئی امید کرنا گویا ایک خاکبازی اور خاک سے کھیلنا ہے اور یہ سب بچون کے گھروندے سے مشابہ ہے۔ کیونکہ یاس اہل امید کی امیدون پر ہنس رہی ہے اور دونون عالم مین اگر کسی کے دونوں ہونٹ ہنسی سے کھلے ہوئے ہین تو وہ یاس کے لب ہین۔

کیون نہ وحشت غالب باج خواہ تسکین ہو　　کشتۂ تغافل کو خصم خونبہا پایا

غالب کی وحشت کیون نہ تسکین کا خراج وصول کرے۔ کیونکہ وہ شخص جسے تغافل نے مار ڈالا ہے وہ خونبہا کا دشمن ہے۔

فکر نالہ مین گویا حلقہ ہون ز سر تا پا　　عضو عضو جون زنجیر یک دل صدا پایا

مین فکر نالہ مین گویا کہ سراپا حلقہ بن گیا ہون اور زنجیر کی طرح میرا ایک ایک عضو صدا دینے کے واسطے یکدل اور یک زبان ہے۔

شب نظارہ پرور تھا خواب مین خیال اسکا   صبح موجۂ گل کو نقش بوریا پایا

رات مین نے اس کو خواب مین دیکھا اور اس نے میری نظارہ پروری کی صبح اسکا یہ اثر تھا کہ میرا بوریا موج گل بن گیا تھا۔

جسقدر جگر خون ہو کوچہ دادن دل ہے   زخم تیغ قاتل کو طرفہ دل کشا پایا

یعنی جس قدر جگر خون ہو۔ وہ گویا دل کا راہ دینا اور دل کا راہین پیدا کرنا ہے واقعہ یہ ہے کہ تیغ قاتل بڑی ہی دل کشا ہے۔
تیغ قاتل کو دل کشا کہنا۔ یا زخم قاتل کو دل کشا باندھنا مرزا کا ایک اختراعی مضمون ہے جسکا انھون نے اپنے ایک رقعہ مین ذکر کیا ہے۔ یہی مضمون اردو مین اور یہی فارسی مین اور جگہ بھی کہا ہے جیسے کہ ؎

نہین ذریعہ راحت جراحت پیکان
وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دل کشا کہیے

کارخانہ سے جنون کے بھی مین عریان نکلا   میری قسمت کا نہ اک آدھ گریبان نکلا

مین کارخانہ جنون سے ناکام واپس آیا اور اس کارخانہ مین بھی میری قسمت کا کوئی گریبان نہ نکلا۔ کارخانۂ جنون مین بہت سے گریبانون کا ہونا لازمی تھا۔

کچھ کھٹکتا تھا مرے سینہ مین لیکن آخر   جسکو دل کہتے تھے سو تیر کا پیکان نکلا

یہ تو مجھے معلوم تھا کہ میرے سینہ مین کچھ کھٹک رہا ہے مگر مین سمجھتا تھا کہ شاید یہ دل ہے اب آکر معلوم ہوا ہے کہ دل نہین بلکہ وہ تیر کا پیکان ہے۔

ساغر جلوۂ سرشار ہے ہر ذرۂ خاک   شوق دیدار بلا آئینہ سامان نکلا

خاک کا ہر ذرہ ایک ساغر جلوۂ سرشار معلوم ہوتا ہے میرا شوق دیدار بھی بلا کا آئینہ سامان ہے یعنی دنیا کے ہر ذرہ کو اس نے آئینہ جمال دلبر بنا دیا ہے۔

کسقدر خاک ہوا ہے دل مجنون یارب   نقش ہر ذرہ سویدائے بیابان نکلا

اے میرے اللہ آخر دل مجنون کس قدر خاک ہوا ہے کتنا خاک مین ملا ہے کہ ہر ذرہ کا نقش سویدائے دل بیابان بن گیا ہے اور یہی نشان ہے خاک ہونے کا۔

شور رسوائی دل دیکھ کہ اک نالۂ شوق   لاکھ پردہ مین چھپا پھر وہی عریان نکلا

دل کی رسوائی کے شوق کو دیکھیے کہ ایک نالۂ شوق لاکھ پردون مین چھپا اور مستور ہوا۔ مگر پھر بھی اُس کی عریانی ظاہر ہو کر رہی اور جب نکلا تو عریان ہی نکلا۔

شوخئ رنگ حنا خون وفا سے کب تک   آخر اے عہد شکن تو بھی پشیمان نکلا

رنگ حنا کی شوخی خون وفا سے کہان تک قائم رہتی۔ آخر کار اے بد عہد تجھے بھی پشیمان ہونا پڑا۔

مین بھی معذور جنون ہون اسد خانہ خراب   پیشوا لینے مجھے گھر سے بیابان نکلا

اے اسد خانہ خراب مین جنون سے معذور ہون میرا جنون از خود نہین ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ بیابان میرے استقبال کے لئے اپنے گھر سے آیا۔ ایک شعر اسی رنگ کا دوسرے مضمون مین کہا ہے ؎

ما نبودیم بدین مرتبہ راضی غالب
شعر خود خواہش آن کرد کہ گردد فن ما

نہوئی ہم سے رقم حیرت خط رخ یار   صفحہ آئینہ ہوا آئینہ طوطی نہ ہوا

خط رخ یار کی حیرت ہم سے کسی طرح نہ لکھی جا سکی۔ صفحہ حیرت کی وجہ سے آئینہ بنگیا مگر آئینہ طوطی نہ ہو سکا۔ یعنی ہم جو حیران تھے کوئی بیان خط رخ کا نہ کر سکے۔

وسعت رحمت حق دیکھ کہ بخشا جاوے مجھ سا کافر کہ جو ممنون معاصی نہوا

ذرا اُس کریم کی رحمت کی وسعت تو دیکھو کہ اُس نے مجھ ایسے کافر کو بخش دیا کہ جو ازلی کافر تھا۔ صرف گناہون کے احسان سے کافر نہ ہوا تھا یعنی ایسا کافر نہ تھا کہ گناہون نے اُسے کافر کیا ہو۔ نہین بلکہ ازلی اور فطری کافر تھا۔

شب اختر قدح عیش نے محمل باندھا بار یک قافلۂ آبلہ منزل باندھا

تاروں بھری رات مین قدح عیش نے محمل سفر تیار کیا یعنی دور جام چلا اور ایک قافلۂ آبلہ کے بار کو اپنی منزل سمجھا تو گویا قدح ایک ایسا مسافر ہے جو شب اختر مین اپنی منزل پر پہونچا ہے۔ اس طرح سے اس کی منزل شب اختر ہوئی۔ اور شب اختر جس مین ہزارون چمکتے تارے ہین یک قافلہ آبلہ سے مشابہ ہے۔ تو اس صورت مین قدح عیش نے بار یک قافلہ کو اپنی منزل سمجھا۔ باندھا دوسرے معنی مین سمجھا۔ یا فرض کیا کے معنی مین مستعمل ہے۔

حیف اے ننگ تمنا کہ پے عرض حیا یک عرق آئینہ بر جبہہ سائل باندھا

اے ننگ تمنا بڑے افسوس کی بات ہی کہ تونے حیا کے ظاہر کرنے کے لئے سایل کی پیشانی پر عرق شرم ظاہر کرکے گویا اک آئینہ لگا دیا ہے جس سے اس کی حالت شرم کا اظہار ہو رہا ہے۔ ننگ تمنا مخاطب ہے۔

دیدہ تا دل ہی یک آئینہ چراغان کس نے خلوت ناز پہ پیرایۂ محفل باندھا

آنکھ سے لیکر دل تک یہ کیفیت ہو رہی ہے کہ جیسے آئینہ مین چراغان کا جلوہ ہوتا ہی نہین معلوم یہ کس نے خلوت ناز کو (یعنی دیدہ و دل کو) لباس محفل سے آراستہ کردیا ہی۔ یعنی نہین معلوم کہ کس نے خلوت کو جلوت بنا دیا ہے۔

ناامیدی نے بتقریب مضامین خمار کوچۂ موج کو خمیازۂ ساحل باندھا

میری یاس نے خمار کی مضمون کی لکھتی ہوئی موج کی کوچہ کو سمجھا کہ یہ ساحل کا خمیازہ ہی کوچہ موج خود موج ہے میرے نزدیک مرزا نے پہلے یہ شعر کہا ہی اس کے بعد چونکہ اس مین گنجلک تھی اس کو مختلف صورتون سے کہا ہے۔ دو یہ ہین ؎

یارنے تشنگی شوق کے مضمون چاہے ہم نے دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

نہ بندھے تشنگی ذوق کے مضمون غالب
گرچہ دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

مطرب دل نے مرے تار نفس سے غالب ساز پر رشتہ پے نغمۂ بیدل باندھا

اے غالب میرے دل کے مطرب نے میرے تار نفس سے ساز نغمۂ بیدل کے لئے رشتہ باندھا یعنی میرے دل نے رنگ بیدل مین نغمہ سرائی شروع کی۔

شب کہ ذوق گفتگو سے تیرے دل بیتاب تھا شوخی وحشت سے افسانہ فسون خواب تھا

رات کو تیرے ذوق گفتگو کی وجہ سے دل بیتاب ہو رہا تھا تو یہ حالت تھی کہ فسون خواب شوخی وحشت کی سبب سے افسانہ بن گیا تھا۔ فسون خواب جسکا کام نیند لانا ہے وہ بھی ایک ضرب امیر لاطائل اور بے اثر تھا یعنی فسون خواب سے بھی نیند نہ آسکتی تھی۔

لے زمین سے آسمان تک فرش تھین بیتابیان شوخی بارش سے مہ فوارۂ سیلاب تھا

بیتابیان زمین سے لیکر آسمان تک فرش تھین اور چاند کی نور باری کی وجہ سے اس کی کرنین فوارۂ سیلاب معلوم ہو رہی تھین یعنی چاند بیتابیون کا برسانے والا فوارہ معلوم ہوتا تھا

وان ہجوم نغمہ ہاے ساز عشرت تھا اسد ناخن غم یان سر تار نفس مضراب تھا

بزم معشوق کی یہ حالت تھی کہ ساز عشرت سے نغمہ گونا گون نکل رہے تھے اور یہان ہم ناخن غم کو مضراب بنا کر اپنے نفس پر زخمہ زنی کر رہے تھے یعنی یہان غم ہمارا کام تمام کیے دیتا تھا

دیکھتے تھے ہم بچشم خود وہ طوفان بلا آسمان سفلہ جس مین یک کف سیلاب تھا

ہم اپنی آنکھ سے وہ طوفان بلا اُٹھتے دیکھ رہے تھے کہ آسمان بھی اُس مین ایک کف سیلاب معلوم ہوتا تھا۔ غالباً اسی شعر کو ترمیم کرنے کے بعد مرزا نے یہ شعر کہا ہے جو اس قطعے کا مقطع ہے ؎

مین نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے
اسکے سیل گریہ مین گردون کف سیلاب تھا

موج سے پیدا ہوئے پیراہن دریا مین خار ۔۔۔ گریہ وحشت بیقرار جلوہ مہتاب تھا

میرے گریہ سے دریا بنا اور اُس مین موج پیدا ہوئی جو ہم صورت خار اور نشان بیقراری تھی اس لئے کہ میرا گریہ جسے وحشت نے بے قرار کر رکھا تھا وہ جلوہ مہتاب یعنی چاند کے لئے بیتاب تھا اس کا یہ اثر ہوا کہ پیراہن دریا مین خار پیدا ہوگئے۔ یہ ظاہر ہے کہ چاندنی سے دریا مین تموج ہوا کرتا ہے۔ اور دیوانہ کو چاند کیوجہ سے وحشت ہوتی ہے۔

بیخبر مت کہہ ہمین بیدرد خود بینی سے پوچھ ۔۔۔ قلزم ذوق نظر مین آئینہ پایاب تھا

او بیدرد تو ہم کو بیخبر کیون کہتا ہو ذرا اپنی خود بینی سے ہمارا حال پوچھ کیونکہ جب تو آئینہ دیکھ رہا تھا اُس وقت ہمارے قلزم ذوق نظر کے سامنے آئینہ کوئی حقیقت نہین رکھتا تھا اور ہم تیری خود بینی کو دیکھ رہے تھے۔

بیدلی ہائے اسد افسردگی آہنگ تر ۔۔۔ یاد ایامے کہ ذوق صحبت احباب تھا

اسد کی بیدلی کا اب یہ عالم ہے کہ افسردگی کا اور زیادہ ارادہ رکھتی ہے۔ ہائے وہ بھی کیا زمانہ تہا جبکہ اُسے احباب کی صحبت اور ہم نشینی کا شوق تھا۔

نہ بھولا اضطراب دم شماری انتظار اپنا ۔۔۔ کہ آخر شیشۂ ساعت کے کام آیا غبار اپنا

میرا انتظار اپنے اضطراب دم شماری کو فنا کے بعد بھی نہ بھولا۔ کیونکہ مین غبار ہوگیا تب بھی میرا غبار شیشہ ساعت کے کام آیا۔ شیشہ ساعت پہلے زمانہ مین مروج تھا وہ ایک شیشہ کا ظرف ہوتا تھا کہ اس کے پیندے مین ایک ہلکا سا سوراخ کر دیتے تھے اور اس مین

باریک بالو بھرتے تھے پھر وہ بالو رفتہ رفتہ ایک وقت معینہ تک اس سوراخ سے نکلتا اور ظرف خالی ہوجاتا تھا۔ اسی سے وقت کا حساب ہوتا تھا۔

زبس آتش نے فصل رنگ مین رنگ دگر پایا ۔۔۔ چراغ گل سے ڈہونڈے ہے چمن مین شمع خار اپنا

فصل گل مین آتش کی صورت اور ہوگئی ہے اور رنگ بدل گیا ہے۔ گل دراصل گل نہین بلکہ شمع چراغ گل لیکر اپنے خار کو ڈہونڈھ رہی ہے۔ خار شمع رشتہ شمع سے مراد ہے یا یہ کہ شمع اپنے پاؤن کا کانٹا چراغ گل لیکر ڈہونڈھ رہی ہے۔

اسیر بے زبان ہون کاشکے صیاد بے پروا ۔۔۔ بدام جوہر آئینہ ہو جائے شکار اپنا

مین ایک بے زبان قیدی ہون کاش کہ میرا بے پروا صیاد کبھی جوہر آئینہ کے جال مین پھنس کر میرا شکار ہو جائے یعنی وہ کبھی آئینہ دیکھے اور مین اس کو دیکھ سکون۔ یعنی مین ایک ایسا اسیر ہون جو جوہر آئینہ کے مانند اسیر بھی ہے بے زبان بھی ہے کاش وہ کبھی آئینہ دیکھے کہ میرا شکار ہو۔

دریغ اے ناتوانی ورنہ ہم ضبط آشنایان نے ۔۔۔ طلسم رنگ مین باندھا تھا عہد استوار اپنا

ہم ضبط کے خوگر ہین اور ہم نے عہد کر لیا تہا کہ اپنا حال نہ کھلنے دین گے اور اسی سے ہم اپنے رنگ کو برقرار رکھتے تھے اور یہ گویا ایک طلسم تہا جس مین ہمارا عہد استوار بندھا ہوا تہا مگر اے ناتوانی افسوس ہے کہ تو نے اس طلسم کو توڑ دیا۔ یعنی ناتوانی کی وجہ سے رنگ اڑ گیا۔ اور دنیا پر حال کھل گیا۔

اگر آسودگی ہے مدعائے رنج بیتابی ۔۔۔ نثار گردش پیمانۂ مے روزگار اپنا

اگر رنج بیتابی کا مدعا آسودگی ہے تو ہم باز آئے ہم گردش پیمانۂ مے پر اپنی زندگی نثار کرتے ہین۔ ایسی آسودگی ہم نہین چاہتے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہین اور میرے نزدیک یہ پہلے معانی سے زیادہ اچھے ہین کہ پیمانہ کی گردش اور رنج بیتابی کا نتیجہ آسودگی ہے تو ہم اس کے قربان۔

رہ خوابیدہ تھی گردن کش یک درسِ آگاہی ۔۔۔ زمین کو سیلیٔ استاد ہے نقشِ قدم میرا

رہ خوابیدہ - راہ خوابیدہ - راہ خفتہ - سب راہ دور و دراز کے معنی مین آتے ہین - معنی یہ ہین کہ راہ دور و دراز ایک درس آگاہی سے بہت مغرور رکھتی مگر میرے نقش قدم نے اس کے اس غرور کو توڑ دیا اور سیلیٔ استاد کا کام دیکر اس کو بیدار کر دیا -

سراغِ آوارۂ عرضِ دو عالم شورِ محشر ہون ۔۔۔ پرافشان ہے غبارِ آنسوئے صحرائے عدم میرا

مین سراغ کے لئے آوارہ ہوا ہون اور چاہتا ہون کہ اپنا وہ شور محشر جسے دونون جہان کا شور محشر کہہ سکتے ہین عرض کرون اس لئے میرا غبار آنسوئے صحرائے عدم پرافشان ہو رہا ہے یعنی اُڑتا پھر رہا ہے -

نہ ہو وحشت کشِ درسِ سرابِ سطرِ آگاہی ۔۔۔ مین گردِ راہ ہون بے مدعا ہے پیچ و خم میرا

سطر آگاہی در اصل ایک سراب ہے اس کے درس کے لئے کیون وحشی بنا جاتا ہے اس فکر کو چھوڑ مجھے گرد راہ سمجھ میرے پیچ و خم کے کوئی معنی نہ نکال اس کے کوئی معنی نہین ہین اور اس پیچ و خم کا کوئی مدعا نہین ہے - مین گرد راہ ہون میرا مدعا کیا ہو سکتا ہے -

ہوائے صبح یک عالم گریبان چاکیٔ گل ہے ۔۔۔ دہان زخم پیدا کر اگر کھاتا ہے غم میرا

صبح کی ہوا گویا گل کے واسطے یک عالم گریبان چاکی کا سامان ہے لہٰذا اس ہوا خواہی سے میرا بھی کوئی کام نہین نکل سکتا اگر تجھے میرا غم کھانا ہے تو وہان زخم پیدا کر -

دوسرے معنی یہ ہین کہ صبح عالم ہوا خواہیٔ گل سے اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ گل اپنا گریبان چاک کر لیتا ہے - میری ہوا خواہی کا ارادہ ہے تو پہلے دہان زخم پیدا کر لو -

دہان زخم پیدا کرنے کا مضمون مرزا نے ایک جگہ یون کہا ہے ؎

جب تک دہان زخم نہ پیدا کرے کوئی
مشکل کہ تجھ سے راہ سخن وا کرے کوئی

اسد وحشت پرست گوشۂ تنہائیٔ دل ہے ۔۔۔ برنگ موج مے خمیازۂ ساغر ہے رم میرا

اس شعر کے مصرعہ اول مین - ہے - جو آخر مصرعہ مین واقع ہے - کی بجائے - ہون - زیادہ مناسب ہے جس کے معنی یہ ہون گے کہ اے اسد مین گوشۂ تنہائی کا وحشت پرست ہون موج مے کی طرح خمیازۂ ساغر تک ہی میرا رم ختم ہو جاتا ہے - یا خمیازۂ ساغر ہی میرا رم ہے یعنی مین حالت وحشت مین بھی گوشۂ تنہائیٔ دل سے باہر نہین جاتا -

بعجز آباد وہمِ مدعا تسلیم شوخی ہے ۔۔۔ تغافل کو نہ کر مصروف تمکین آزمائی کا

عجز آباد (وہ جگہ جہان عاجزی ہی عاجزی ہو) مین کسی شوخی کا تسلیم کر لینا ہی وہم مدعا ہے - لہٰذا تو جو بربنائے شوخی ہم سے تغافل کر رہا ہے اس کو چھوڑ دے کیونکہ ہم کو حصول مدعا کا اس سے وہم ہوتا ہے جو تیرے مقصد کے خلاف ہے - یون سمجھئے کہ مرزا نے اس شعر کی شرح مین یہ شعر کہا ہے ؎

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالین گے
بے نیازی تری عادت ہی سہی

ہوس گستاخیٔ آئینہ تکلیف نظر بازی ۔۔۔ بجیبِ آرزو پنہان ہے حاصل دلربائی کا

اے ہوس گستاخی آئینہ (ہوس گستاخی ترکیب مقلوب یعنی گستاخی ہوس آئینہ) اے تکلیف نظر بازی جیب آرزو مین حاصل دلربائی پوشیدہ ہے یعنی وہ آئینہ دیکھے گا - اور یہی آئینہ دیکھنا اس کی دلربائی کا خلاصہ ہے - یا یہ کہ اے ہوس گستاخی آئینہ اُسے نظر بازی کی تکلیف نہ دے - کیونکہ ابھی اس کا حاصل دلربائی جیب آرزو مین پوشیدہ ہے

جہان مٹ جائے سعیٔ دید خضر آباد آسائش ۔۔۔ بجیب ہر نگہ پنہان ہے حاصل رہنمائی کا

منزل عشق مین جس جگہ سالک کو خضر آباد آسائش کے دیکھنے کی تمنا باقی نہ رہے اور یہ آرزو فنا ہو جائے اُس جگہ وہ اس مرتبہ پر پہونچ جاتا ہے کہ اس کی ہر نگاہ مین حاصل رہنمائی پوشیدہ ہوتا ہے یعنی ہر نگاہ رہنما بن جاتی ہے -

نظر بازی طلسم وحشت آبادِ پرستان ہے — رہا بیگانۂ تاثیر افسون آشنائی کا

نظر بازی کا مطلب یہان تلاش اور نظر دوڑانا لیا جاوے گا۔ کہتا ہے کہ نظر بازی ایک طلسم ہے جو پرستان کے وحشت آباد مین بنا ہوا ہو۔ یعنی نظر بازی محض بیکار اور فضول ہو آجکل افسون آشنائی مین کوئی تاثیر نہین کتنا ہی تلاش کرو آشنا نہین ملتا بلکہ نظر بازی اور الٹا طلسم وحشت آبادِ پرستان کا کام کرتی ہے۔

نپایا دردمندِ دوریٔ یارانِ یکدل نے — سوادِ خطِ پیشانی سے نسخہ مومیائی کا

وہ شخص جو یارانِ یکدل کی دوری سے دردمند تھا اُس نے اپنے خطِ پیشانی کے سواد سے کوئی مومیائی کا نسخہ نپایا۔ یعنی ہرچند تلاش کیا مگر تقدیر کے نوشتہ نے اس کا درد دور نہ ہونے دیا۔

اسد یہ عجز و بیسامانیٔ فرعون توام ہے — جسے تو بندگی کہتا ہو دعویٰ ہو خدائی کا

اے اسد یہ عجز جسے تو عجز کہتا ہے یہ بے سامانی فرعون کا مرادف ہے۔ تیری بندگی بندگی نہین بلکہ حقیقتاً خدائی کا دعویٰ ہو ؎

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی مین مرا بھلا نہ ہوا

اسد کا قصہ طولانی ہی لیکن مختصر یہ ہو — کہ حسرت کش رہا عرض ستمہائے جدائی کا

اسد کا قصہ تو بہت طول طویل ہو مگر اب کون اس کو دہرائے مختصر سی بات یہ ہو کہ اسکو ستمہائے جدائی کے بیان کرنے کی بڑی حسرت ہو۔ یہ شعر گویا اس کے صاف کرنے کے لئے کہا ہے ؎

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے
کہ حسرت سنج ہون عرضِ ستمہائے جدائی کا

ہم نے وحشت کدۂ بزمِ جہان مین جون شمع — شعلۂ عشق کو اپنا سر و سامان سمجھا

ہم نے دنیا کے وحشت کدہ کی محفل مین ہمیشہ شمع کی طرح اپنا سر و سامان شعلۂ عشق کو خیال کیا ہو۔ یعنی ہمارا سر و سامان شعلہ تھا اور اسی سے اندازہ کیجئے کہ کتنا بدنصیب ہو وہ شخص جس کا سر و سامان صرف شعلہ ہو جو بنا سے برباد ی ہے۔

کس کا خیال آئینۂ انتظار تھا — ہر برگ گل کے پردے مین دل بیقرار تھا

گل کے لئے کس کا خیال آئینۂ انتظار بنا ہوا تھا کہ ہر برگ گل کے پردے مین ایک دل بیقرار کا پتہ چلتا تھا۔ جنبش برگ گل کو دل بے قرار کہا گیا ہے۔ نہایت لطیف شعر ہے۔

کس کا جنونِ دید تمناشکار تھا — آئینہ خانہ وادی جوہر غبار تھا

یہ آخر کس کا جنون دید تھا کہ تمنا کو شکار کر رہا تھا جس کی وجہ سے آئینہ خانہ ایک ایسا وادی[ف] معلوم ہوتا تھا کہ جس مین جوہر کا غبار اُڑ رہا تھا۔

جون غنچہ و گل آفت فالِ نظر نہ پوچھ — پیکان سے تیرے جلوۂ زخم آشکار تھا

ہماری فال نظر کی آفت کچھ ہم سے نہ پوچھ جیسے ہی تیرے پیکان کی طرف دیکھا کہ خوف پیدا ہو گیا ہو کہ زخم کھائین گے کیونکہ غنچۂ گل کی طرح تیرے پیکان سے بھی جلوۂ زخم آشکارا ہو رہا تھا۔ یا یہ کہ جیسے غنچہ و گل پر فال نظر سے آفت آئی اسی طرح ہمین خوف ہے کہ ہم بھی کہین زخمی نہون۔

دیکھی وفائے فرصتِ رنج و نشاطِ دہر — خمیازہ یک درازیٔ عمرِ خمار تھا

دنیا کے رنج و راحت کی فرصت اور مدت ہم نے دیکھ رکھی ہے۔ خمیازہ گویا ایک خمار کی درازی عمر تھا یعنی نہ یہان کے رنج کو قیام ہو نہ راحت کو۔

صبح قیامت ایک دُمِ گرگ تھی اسد — جس دشت مین وہ شوخ دو عالم شکار تھا

[ف] وادی کو مونث بھی لکھتے ہین مگر میری زبان پر مذکر ہے۔ شارح

وہ شوخ جو دو عالم کو شکار کرنے والا تھا جس جنگل میں گیا وہاں صبح قیامت بھی دُم گرگ (صبح کاذب) بن گئی۔ دُم گرگ محض رعایت لفظی کے لیے لایا گیا ہے ورنہ اصل معنی صبح کاذب کے ہین جس سے یہان کوئی عمدہ حاصل پیدا نہین ہوتا۔

زبس خون گشتہ رشک وفا تھا وہم بسمل کا　　چرایا زخمہاے دل نے پانی تیغ قاتل کا

چونکہ بسمل کا وہم خون گشتۂ رشک وفا تھا اس لئے دل کے زخمون نے تیغ قاتل کا پانی چرا لیا۔ ظاہرا سوائے مناسبت الفاظ کے کوئی حاصل اس شعر کا معلوم نہین ہوتا۔

نگاہ چشم حاسد وام لے اے ذوق خودبینی　　تماشائی ہون وحدت خانہ آئینہ دل کا

اے میرے خودبینی کے ذوق تو کسی حاسد کی نگاہ قرض لے کیونکہ حاسد بجز اپنے اور کسیکو دیکھ ہی نہین سکتا۔ اس سے میرا ذوق خودبینی مکمل ہوجائے گا کیونکہ مین آجکل آئینہ دل کے وحدت خانہ کی سیر کر رہا ہون۔

سراسر تاختن کو شش جہت یک عرصہ جولان تھا　　ہوا واماندگی سے رہروان کی فرق منزل کا

سراسر تاختن۔ یعنی متواتر دوڑنے کے لئے شش جہت صرف ایک میدان جولان تھا۔ مگر چونکہ لوگ تھک کر رہ گئے اس واسطے فرق منزل نمایان ہوگیا۔

مجھے راہ سخن مین خوف گمراہی نہین غالب　　عصائے خضر صحرائے سخن ہے خامہ بیدل کا

اے غالب مجھے راہ سخن مین گمراہی کا خوف نہین ہے کیونکہ مین تابع بیدل ہون اور میرے لئے خامہ بیدل صحرائے سخن کے لئے عصا کا کام دیتا ہے۔

لب خشک در تشنگی مردگان کا　　زیارت کدہ ہون دل آزردگان کا

مین اُن لوگون کا لب خشک ہون جو پیاسے مرگئے ہین مین ان لوگون کی زیارت گاہ ہون جو دل آزردہ ہوگئے ہین۔

شگفتن کمین دار تقریب جوئی　　تصور ہون بےموجب آزردگان کا

شگفتگی برابر تقریب جوئی کی گھات مین لگی رہتی ہے کہ کسی تقریب سے مجھ تک پہونچ سکے مگر وہ کوئی تقریب نہین پاتی کیونکہ مین اُن لوگون کا تصور ہون جو بےسبب اور بلاوجہ رنجیدہ ہین۔

غریب ید رستہ باز گشتن　　سخن ہون سخن بر لب آوردگان کا

مین ایک مسافر ہون مگر ایسا مسافر جو واپس آنے کی حدود سے نکل گیا ہے گویا مین بات کہنے والون کی وہ بات ہون جو لب تک آچکی ہے اور ظاہر ہے کہ لب تک آئی ہوئی بات واپس نہین ہوسکتی۔

سراپا یک آئینہ دار شکستن　　ارادہ ہون یک عالم افسردگان کا

سر سے پاؤن تک شکستگی کا آئینہ دار ہون۔ گویا مین ان لوگون کا ارادہ ہون جو یک عالم افسردہ اور آزردہ ہین۔

ہمہ ناامیدی ہمہ بدگمانی　　مین دل ہون فریب وفا خوردگان کا

مین سراپا ناامیدی اور سراپا بدگمانی بنا ہون یا گویا ان لوگون کا دل ہون جو فریب وفا کھائے ہوے ہین۔

بصورت تکلف بمعنی تاسف　　اسد مین تبسم ہون پژمردگان کا

ظاہرا تو تکلف ہون لیکن دراصل مین مجسم تاسف ہون۔ مین پژمردہ لوگون کا تبسم ہون کہ وہ اگر تکلفاً کبھی ہنستے ہین تو اس ہنسی مین بھی ایک جہان درد پوشیدہ ہوتا ہے۔

ضعف جنون کو وقت تپش در بھی دور تھا　　اک گھر مین مختصر سا بیابان ضرور تھا

میرے جنون کے ضعف کو تپش کے وقت در بھی دور معلوم ہوتا تھا اسلئے لازم تھا کہ

گھر کے اندر ایک بیابان بھی ہوتا۔

اے واے غفلت نگہ شوق ورنہ یان　　ہر پارہ سنگ لخت دل کوہ طور تھا

نگاہ شوق نے غفلت کی جس کا افسوس ہی ورنہ حقیقت یہ ہی کہ دنیا کا ہر سنگریزہ دل کوہ طور کا ٹکڑا تھا یعنی ہر ذرہ مین نور معرفت چمک رہا تھا۔

درس تپش ہی برق کو اب اُسکے نام سے　　وہ دل ہی یہ کہ جس کا تخلص صبور تھا

بجلی اب اس کے نام سے تعلیم تپش حاصل کرتی ہے ہاے یہ میرا دل وہی دل ہی جس کو مین صبور کہتا تھا۔ یا وہ زمانہ تھا یا یہ عالم ہی۔

شاید کہ مرگیا ترے رخسار دیکھکر　　پیمانہ رات ماہ کا لبریز نور تھا

معلوم ہوتا ہی کہ تیرے رخسار دیکھ کر رات ماہ نے جان دیدی اس لئے کہ اس کا پیمانہ نور سے لبریز معلوم ہوتا تھا۔ پیمانہ لبریز ہونا موت سے کنایہ ہے۔

جنت ہی تیرے تیغ کے کشتون کی منتظر　　جوہر سواد جلوۂ مژگان حور تھا

معلوم ہوتا ہے کہ جنت تیرے تلوار کے قتیلون کا انتظار کر رہی ہی اس لئے کہ جوہر تیغ مین جلوہ مژگان حور کا سواد نظر آرہا تھا۔ اسی سے جنت کے انتظار کا اندازہ ہوتا ہی

ہر رنگ مین جلا اسد فتنہ انتظار　　پروانۂ تجلی شمع ظہور تھا

اسد وہ اسد جسے فتنہ انتظار نے تباہ کر دیا تھا ہر رنگ مین جلا کیونکہ وہ پروانہ تجلی شمع ظہور تھا۔ ایک جگہ صرف شمع کو کہا ہے ؎

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ مین جلتی ہی سحر ہونے تک

بہارِ رنگ خون گل ہی سامان اشکباری کا　　جنون برق نشتر ہی رگ ابر بہاری کا

خون گل سے جو رنگ کی بہار پیدا ہوئی ہے وہ اشکباری کا سامان ہی جنون برق ابر بہار کے لئے نشتر ہے یعنی برق جو بہار رنگ کو دیکھ کر مجنون ہو گئی ہے اور تڑپ رہی ہی وہ جنون رنگ ابر کے لئے نشتر کا کام دے گا اور اب جلد سے جلد برق کے حال پر وہ اشک بہانے لگے گی۔

برائے حل مشکل ہون زپا افتادہ حسرت　　بندھا ہی عقدۂ خاطر سے پیمان خاکساری کا

مین مشکل کے آسان ہونے کے واسطے پڑا ہون اور میری حسرت نے مجھے گرا دیا ہے اب نہ مشکل حل ہوتی ہے اور نہ مین اٹھتا ہون۔ گویا میرے عقدہ خاطر سے میری خاکساری کا عہد ہو گیا ہے کہ نہ یہ عقدہ کبھی حل ہو اور نہ مین خاکساری چھوڑون۔

طاؤس در رکاب ہی ہر ذرہ آہ کا　　یارب نفس غبار ہی کس جلوہ گاہ کا

میری آہ کا ہر ذرہ اپنے جلو مین ایک طاؤس لئے ہوے ہے یعنی ہر آہ مین رنگینیان ہین اے میرے خدا آخر میرا نفس میری سانس کس جلوہ گاہ کا غبار ہی جس سے آہون مین بھی یہ رنگینی پیدا ہو گئی ہی۔

ہر گام آبلے سے ہے دل در تہ قدم　　کیا بیم اہل درد کو سختی راہ کا

پاے پر آبلہ کی حالت مین اہل درد سفر کر رہی ہین اور اس حالت مین ہر قدم گویا آبلون کی وجہ سے دل کے اوپر پڑ رہا ہے بس یہ خوف ہی کہ دلون کو روندنا پڑتا ہے ورنہ اہل درد کو سختی راہ کا کیا خوف ہو سکتا ہے۔ اس مین ہر آبلہ کو دل فرض کیا گیا ہے۔

عزلت گزین بزم ہین واماندگان دید　　مینائے مے ہے آبلہ پائے نگاہ کا

جو لوگ بزم مین عزلت گزین ہو گئے وہ واماندگان دید یعنی محروم دید ہین اس لئے کہ ان کے پاے نگاہ مین مینائے مے سے آبلے پڑے ہین۔ یعنی وہ انھین کہین نہین جانے دیتا

جیب نیاز عشق نشاندار ناز ہے　　آئینہ ہون شکستن طرف کلاہ کا

عشق کے گریبان نیاز سے حسن کے ناز کا پتہ چلتا ہے مین اس کی شکستگی گوشہ کلاہ کا آئینہ بن گیا ہون یعنی میری حالت نیاز سے اس کی ناز حسن کا پتہ ملتا ہے اور میرے حال تباہ سے اس کی بیرحمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

خودپرستی سے رہے باہمدگر نا آشنا　　　بیکسی میری شریک آئینہ تیرا آشنا

ہم دونون خودپرستی کی وجہ سے ایک دوسرے کے آشنا نہ ہوسکے میرے حال کی شریک بے کسی رہی اس واسطے مین خودپرست رہا اور تو آئینہ پر جان دیتا رہا اس واسطے تو خودبین رہا۔ غرضکہ خودبینی نے یہ تفرقہ ڈالا۔

بے دماغی شکوہ سنج رشک ہمدیگر نہین　　　یار تیرا جام مے خمیازہ میرا آشنا

بددماغی ایک دوسرے کے رشک کی شکوہ سنج نہین ہوتی۔ تمھارا رفیق جام مے ہے اور خمیازہ یعنی انتظار شراب مین انگڑائیان لینا میرا انیس ہے۔ بس چلئے دونون برابر ہوگئے۔ نہ تمھین فرصت نہ ہمین۔

جوہر آئینہ جز رمز سر مژگان نہین　　　آشنا کے ہمدگر سمجھے ہے ایما آشنا

جوہر آئینہ کوئی چیز نہین ہو یہ میرے معشوق کے سر مژگان کے رموز ہین۔ آشنا کے اشارے آشنا ہی خوب سمجھتا ہو وہ آئینہ آشنا ہو لہذا اس کی مژگان کے اشارے آشنا خوب سمجھ رہا ہے۔

ربط یک شیرازۂ وحشت ہین اجزائے بہار　　　سبزہ بیگانہ صبا آوارہ گل نا آشنا

بہار اجزائے وحشت کے شیرازہ کا ربط ہے۔ یعنی بہار کی وجہ سے چند اجزائے وحشت جمع ہوگئے ہین۔ کیونکہ سبزہ بیگانہ ہے۔ صبا آوارہ ہے۔ گل نا آشنا ہے۔ بقول سعدی رح ؎

چار طبع مخالف و سرکش
چند روزے بوند باہم خوش

سبزہ بیگانہ سبزہ خودرو کو کہتے ہین۔ صبا کو آوارہ۔ مضطرب لکھتے ہین۔ پھول نا آشنا ہے۔

نشہ مین گم کردہ راہ آیا وہ مست فتنہ خو　　　آج رنگ رفتہ دور گردش ساغر ہوا

وہ مست فتنہ خو راہ بھول کر نشہ مین آج میری بزم مین آگیا اور اسی کی وجہ سے میرا وہ رنگ جو مدتون سے اڑگیا تھا آج دور گردش ساغر بن گیا یعنی دور ساغر مین ایک رنگ پیدا ہوگیا۔

زہد گردیدن ہی گرد خانہ ہائے منعمان　　　دانہ تسبیح سے مین مہرہ در ششدر ہوا

زہد کے معنی صرف یہ ہین کہ چند منعمون کے گھرون کے گرد گھوما کرین۔ جب سے مین نے تسبیح سنبھالی ہے اس وقت سے وہ مہرہ بن گیا ہون جو ششدر مین پھنس جاتا ہے۔ واضح ہو کہ مہرہ جب ششدر مین پھنس جاتا ہے تو رہائی غیر ممکن ہوجاتی ہو اور وہ پھر نکل نہین سکتا ہے مگر اس وقت کہ حریف خود اس کو نکال دے۔

اے بہ ضبط حال نا افسردگان جوش جنون　　　نشہ مے ہو اگر یک پردہ نازک تر ہوا

اے وہ شخص کہ تو ہم افسردہ لوگون کا حال ضبط کر رہا ہو یعنی اس کو لکھ رہا ہو یا دیکھ رہا ہے تجھے کچھ معلوم بھی ہو جنون وہ چیز ہے کہ اگر ہلکا سا ہوا اور اس کا اک نازک پردہ پڑا ہو تو وہ نشہ مے ہے یعنی بہت لطیف اور عمدہ چیز ہو یا اس مین بھی وہ خواص موجود ہین جو نشے مین ہوا کرتے ہین۔

اس چمن مین ریشہ واری جس نے سر کھینچا اسد　　　تر زبان لطف جام ساقی کوثر ہوا

اے اسد اس چمن مین یعنی دنیا مین یا باغ شعر مین جس نے ریشہ نخل کی طرح وسعت پیدا کی وہ ساقی کوثر کی تعریف پر ضرور آمادہ ہوا۔ یا ساقی کوثر کا فیض اس کو ضرور پہونچا۔

دود میرا سنبلستان سے کرے ہی ہمسری　　　بسکہ شوق آتش گل سے سراپا جل گیا

چونکہ مجھے شوق آتش گل نے جلایا تھا اس واسطے میرا دھوان سنبلستان کی طرح نکلتا ہے اور یہ اثر ہے اسی جلنے کا۔

شمع رویان کے سر انگشت حنائی دیکھکر　　　غنچۂ گل پرفشان پروانہ آسا جل گیا

شمع رویون (معشوقون) کی مہندی لگی انگلیون کی پور دیکھ کر غنچۂ گل رشک سے پروانہ کی طرح پرون کو پھڑپھڑاتا ہوا جل گیا۔ پروانہ کو غنچہ سے اس لحاظ سے تشبیہ دی گئی کہ دونون مین تشبیہ کی وجہ پر موجود ہین۔ غنچہ کے پر وہی اس کی پتیان ہین جو اس مین موجود ہین۔

تا کجا افسوس گرمی ہاے صحبت اے خیال   دل ز آتش خیزی داغ تمنا جل گیا

اے خیال تو اس گرمی صحبت کا کہان تک افسوس کیا کرے گا میرا دل داغہاے تمنا کی آتش خیزی سے خاک ہو کر رہ گیا ہے۔

ہو اسد بیگانۂ افسردگی اے بیکسی   دل ز انداز تپاک اہل دنیا جل گیا

اسد افسردگی سے بیگانہ ہو یعنی اس مین افسردگی نہین ہے۔ اے بیکسی اس کے دل کو تپاک اہل دنیا نے جلا دیا ہے۔ اسی شعر کو صاف کر کے یون کہا گیا ہے لہذا جو اس کی شرح ہو وہی اس کی ہے

مین ہون اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل
دیکھ کر طرز تپاک اہل دنیا جل گیا

جان دادگان کا حوصلہ فرصت گداز ہے   یان عرصۂ تپیدن بسمل نہین رہا

جو لوگ کہ جان دے رہے ہین اُن کا حوصلہ یہی ہو کہ ان کے زمانہ فرصت کو فنا کر رہا ہے اسی لئے اس میدان مین تپیدن بسمل کا عرصہ نہین رہا یعنی جو جاندادہ ہین اُن کے حوصلہ نے انھین تڑپنے کی بھی مہلت نہین دی اور دم بھر مین ختم کر دیا۔

اے آہ میری خاطر وابستہ کے سوا   دنیا مین کوئی عقدۂ مشکل نہین رہا

اے آہ دنیا مین ایک میرا دل ہی ایسا ہے کہ اس مین کشادگی پیدا نہین ہوئی ورنہ کوئی عقدہ ایسا نہین جو حل نہ ہوا ہو اور جس مین کشادگی اور واشدگی کی صورت نہ پیدا ہوئی ہو۔

ہر چند مین ہون طوطی شیرین سخن ولے   آئینہ آہ میرے مقابل نہین رہا

یعنی مین اگرچہ طوطی شیرین سخن ہون مگر وہ طوطی کہ اسکے سامنے کبھی آئینہ نہین رہا کہ وہ کچھ باتین کرتا مطلب یہ ہو کہ مین کامل ہون مگر مجھے اپنے کمالات دکھانے کا کبھی کوئی موقعہ نہین ملا۔

انداز نالہ یاد ہین سب مجکو پر اسد   جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

انداز نالہ سب مجکو یاد ہین مگر سب بیکار ہین اس واسطے کہ مجھے جس دل پر ناز تھا اب وہ دل ہی نہین۔

خلوت آبلۂ پا مین ہے جولان میرا   خون ہو دل تنگی وحشت سے بیابان میرا

میرا جولان جنون خلوت آبلۂ پا کے لئے محدود ہو کر رہ گیا ہے اور گویا میرا بیابان میری تنگی وحشت سے خون ہو گیا ہو یعنی وہ بیابان جو میرے جولان وحشت کے لئے مخصوص تہا وہ اب آبلہ پا مین آگیا ہے۔ اور ظاہر ہو کہ آبلہ پا مین سواے خون کے اور کچھ بھی نہین ہے یہ صرف ایک خیالی مضمون ہو۔

ذوق سرشار سے بے پردہ ہو طوفان میرا   موج خمیازہ ہو ہر زخم نمایان میرا

اپنے ذوق سرشار یعنی تمام تر جوش سے میرے دل کا طوفان بالکل بے حجاب ہو گیا ہے اور میرا ہر زخم نمایان اس طوفان کی ایک موج خمیازہ ہو گیا طوفان دلی موج سے انگڑائیان لے رہا ہے اور اپنے ذوق سرشار کی وجہ سے بالکل عریان نظر آتا ہو۔

بوے یوسف مجھے گلزار سے آتی تھی اسد   دے نے برباد کیا پیرہنستان میرا

گلزار سے مجھے اپنے یوسف کی بو آتی تھی مگر افسوس ہے کہ اے اسد خزان نے اس کو برباد کر دیا۔ گلزار ایک پیرہنستان تھا اور یہ مشہور ہے کہ پیرہن یوسف کی حضرت یعقوب نے دور سے بو سونگھی تھی۔

بت پرستی ہو بہار نقشبندیہاے دہر   ہر صریر خامہ مین اک نالۂ ناقوس تھا

زمانہ کی نقش بندی گویا کہ بت پرستی ہے اور حالت نقاشی مین گردش قلم سی جو آواز نکلتی ہے وہ گویا صدائے ناقوس ہے۔

کل اسد کو ہم نے دیکھا گوشۂ میخانہ مین
دست برسر سر بزانوے دل مایوس تھا

ہم نے کل اسد کو اس حالت مین گوشہ میخانہ مین دیکھا کہ افسوس اور تحسر سے دست برسر اور سر بزانو تھا۔ یہ شعر ایک تصویر ہے نہ معلوم کیونکر انتخاب کی زد مین آگیا۔

نہین ہے بازگشت سیل غیر از جانب دریا
ہمیشہ دیدہ گریان کو آب فتنہ در جو تھا

رو کی بازگشت ہمیشہ دریا کی طرف ہوا کرتی ہے اور اکثر دریا ہی سے سیلاب آتا بھی ہے اسی وجہ سے کہتا ہے میری چشم گریان گویا ایک دریا ہے جس سے ہمیشہ سیلاب اٹھتا ہے اور اسی کی طرف پلٹ جاتا ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

رہا نظارہ وقت بے نقابیہا بخود لرزان
سرشک آگین مژہ سے دست از جان شستہ ابرو تھا

میرا نظارہ بحالت بے نقابی بھی لرزتا رہا اور اس کی طرف دیکھ نہ سکا گویا کہ سرشک آلودہ پلکون سے میرا ابرو دست از جان شستہ تھا۔

رکھا غفلت نے دور افتادۂ ذوق فنا ورنہ
اشارت فہم کو ہر ناخن بریدہ ابرو تھا

ہماری غفلت نے ہم کو ذوق فنا سے دور رکھا ورنہ دنیا مین جو ناخن بریدہ تھا وہ اشارہ سمجھنے والے کے لئے ایک ابرو کا کام دے رہا تھا جو فنا ہونے کے لئے اشارے کر رہا تھا۔

اسد خاک در میخانہ اب سر پر اڑاتا ہون
گئے وہ دن کہ پانی جام مے کا تا بزانو تھا

اے اسد اب میخانہ کے دروازے کی خاک اڑاتا ہون یعنی بدنصیبی اور کربت کا زمانہ ہے وہ زمانہ گیا جبکہ جام مے کا پانی میرے زانو تک چڑھا ہوا تھا۔ یعنی وہ زمانہ رخصت ہوگیا جب عشرت و فراغت حاصل تھی۔

بحسرت گاہ ناز کشتۂ جان بخشی خوبان
خضر کو چشمۂ آب بقا سے ترجبین پایا

معشوقون کی جان بخشی کے کشتون کی حسرت گاہ ناز مین خضر کو چشمۂ آب بقا سے شرمندگی حاصل ہو رہی ہے یعنی وہ لوگ جو معشوقون کی انداز مسیحائی پر مٹے ہین اُن کی حسرت گاہ ناز اس چشمۂ آب حیات سے اچھی ہے جو حضرت خضر کو حاصل ہے

اسد کو پیچ و تاب طبع برق آہنگ مسکن سے
حصار شعلۂ جوالہ مین غزلت گزین پایا

اسد کو وہ پیچ و تاب طبع ہے کہ برق مین مسکن بنانے کا ارادہ رکھتا ہے اسی سبب سے وہ شعلۂ جوالہ کے قلعہ مین گوشہ نشین رہتا ہے یعنی اپنی طبیعت کے پیچ و تاب سے ہمیشہ سوز غم مین مبتلا رہتا ہے۔

کرے گر فکر تعمیر خرابیہائے دل گردون
نہ نکلے خشت مثل استخوان بیرون قالب سے

اگر آسمان کہین یہ ارادہ کرے کہ ویران دلون کو تعمیر کردون تو یقینی خشت اسطرح سانچے سے باہر نہ نکلے جس طرح کہ ہڈی قالب جسم سے علیحدہ نہین نکلتی۔

عیادت ہائے طعن آلود یاران زہر قاتل ہے
رفوئے زخم کرتی ہے بنوک نیش عقرب سے

میرے احباب جو میری عیادت کے لئے آتے ہین اور مجھے مطعون کرتے ہین یا ان کی عیادت مین جو ایک قسم کی منافقت شامل ہے وہ زہر قاتل کا کام کرتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے وہ عیادت زخم کا رفو تو کرتی ہے مگر بچھو کے ڈنک کی نوک سے رفو کرتی ہے جو اور زیادہ باعث اذیت ہے

اسد کو بت پرستی سے غرض درد آشنائی ہے
نہان ہین نالۂ ناقوس مین پردہ یارب سے

اسد جو بت پرستی کرتا ہے اس بت پرستی سے اس کا مقصود یہ ہے کہ وہ درد آشنا ہو جائے اس کے نالۂ ناقوس مین شور یارب مخفی ہے۔ درد و غم مین اکثر یا رب یا اللہ وغیرہ اور اسی قسم کے کلمے منہ سے نکل جاتے ہین۔

بہ رہن شرم ہے باوصف شہرت اہتمام اُسکا
نگین مین جون شرار سنگ ناپیدا ہے نام اُسکا

اس کا اہتمام اُس کی غم خواری با وجود شہرت کے ہنوز پردۂ شرم مین ہے اور اس طرح اس کا نام نگینہ مین ناپید اور مخفی ہے جیسے کہ آگ پتھر مین ہوا کرتی ہے۔

سرِ کارِ تواضع تا خمِ گیسو رسانیدن   بسانِ شانہ زینت ریز ہے دستِ سلام اسکا

اُس کی تواضع کا سروکار بس اتنا ہی ہے کہ وہ دیکھنے والے کو خمِ گیسو تک پہنچا دے بس اسی قدر اس کا کام ہے تو اس کے معنی یہ ہوے کہ وہ سلام کے لئے جب ہاتھ اٹھاتا ہے تو ہاتھ جو گیسو تک پہونچتا ہے وہ شانہ کی طرح زینت ریزی کرتا ہے یعنی خمِ گیسو کی اطلاع دیکر دنیا کو اور فریفتگی پر آمادہ کرتا ہے۔

مسی آلودہ ہے مہر نوازشنامہ پیدا ہے   کہ داغِ آرزوئے بوسہ لایا ہے پیام اسکا

اس کے نوازشنامہ کی مہر مسی آلودہ ہو رہی ہے اور اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کا خط داغِ آرزوے بوسہ کا پیغام لایا ہے۔ چونکہ مُہر بھی داغ سے مشابہ ہوتی ہے اس واسطے یہ اشارہ پیدا ہوتا ہے مسی چونکہ ہونٹون پر لگائی جاتی ہے اس سے بوسہ کا اشارہ مفہوم ہوتا ہے گر صورت داغ مین۔

بہ امیدِ نگاہِ خاص ہون محمل کشِ حسرت   مبادا ہو عنان گیرِ تغافل لطفِ عام اسکا

مین ایک نگاہ خاص کی امید پر محملِ حسرت کھینچ رہا ہون یعنی حسرتین کر رہا ہون کہین ایسا نہو کہ اس کا لطفِ عام اس کو تغافل پر آمادہ کر دے یعنی وہ یہ سمجھے کہ سب مین یہ بھی شریک ہے پھر نگاہ خاص کی احتیاج کیا ہے۔ عنان گیر اور محمل کشِ حسرت دونون الفاظ مناسب ہین۔

لڑا دے گر وہ بزمِ مے کشی مین قہر و شفقت کو   بھرے پیمانۂ صد زندگانی ایک جام اسکا

اگر شراب نوشی کی محفل مین وہ مہربانی اور قہر دونون کو لڑا دے۔ یعنی دونون سے کام لے تو بلاشک اس کا ایک جام زندگی کے سو پیمانے بھر دے۔ یعنی

اُس کی ایک مہربانی سو قہر پیدا کرے۔

اسد سودائے سرسبزی سے ہے تسلیم رنگین تر   کہ کشتِ خشک اس کا ابرِ بے پروا خرام اسکا

اے اسد سرسبزی کے خیال سے تسلیم کا شیوہ بہت بہتر ہے اور حصولِ مقصد کی تمنا سے ناامیدی اور ناکامی کا طریقہ اچھا ہے کیونکہ اس حالت مین دونون کا تقابل ہو جائے گا ادہر اس کا کیفیت خشک ہوگا اور ادہر اس کا ابرِ بے پروا خرام ہوگا۔ نہ اس کو اس کی خواہش ہوگی اور نہ اس کو اس کی تمنا ہوگی۔

یاد روزے کہ نفس در گرو یا ربّ تھا   نالۂ دل بکمر دامنِ قطعِ شب تھا

وہ بھی کیا دن تھے کہ جب ہماری ہر سانس پر یا رب یا رب کا ہنگامہ برپا رہتا تھا۔ یعنی غم سے ہر وقت یا رب تو ہے یا رب تو ہے کہا کرتے تھے اور ہمارے دل کا نالہ وہ دامن بنا ہوا تھا جو مسافر کمر سے باندھ لیتے ہین۔ گویا ہماری رات ہمارے لئے ایک ناپیدا کنار جنگل تھی اور ہم اُس کے قطع کرنے کے لئے نالہ کا دامن کمر سے باندھے ہوے تھے اور اس وسیع صحرا مین رہنوردی کر رہے تھے۔

بہ تحیّر کدۂ فرصتِ آرایشِ وصل   دلِ شب آئینہ دارِ تپشِ کوکب تھا

آرایشِ وصل کی فرصت گویا ایک حیرت کدہ تھی جس مین رات کا دل تارون کے تڑپنے کا آئینہ دار تھا۔ تارون کی تڑپ وہی حالت جو ان مین ہر دیکھنے والے کو معلوم ہوا کرتی ہے۔

بہ تمنا کدۂ حسرتِ ذوقِ دیدار   دیدہ گو خون ہو تماشائے چمن مطلب تھا

حسرتِ ذوقِ دیدار کے تمنا خانہ مین آنکھ کو خون ہونا منظور تھا مگر مقصد یہی تھا کہ چمن کا تماشہ کرے۔ اس صورت مین چاہے کچھ بھی سر پہ گزر جائے۔

پردۂ دردِ دل آئینہ صد رنگ نشاط — بخیۂ زخم جگر خندۂ زیر لب تھا

درد دل ایک پردہ تھا جو خوشی کے سو رنگوں کا آئینہ دار بنا ہوا تھا اور زخم جگر کا بخیہ خندۂ زیر لبی کا کام دیتا تھا۔

نالہا حاصل اندیشہ کہ چون کشت سپند — دل ناسوختہ آتش کدۂ صد تب تھا

میری فکر اور میرے اندیشہ کا ماحصل نالہ تھا۔ کیونکہ کالے دانے کے کھیت کی طرح میرا دل ناسوختہ سیکڑوں تب وتاب کا مخزن تھا گویا وہ ایک آتش کدہ تھا۔

مطلب یہ ہے کہ میری ہر فکر کا حاصل نالہ ہے جیسے کہ سپند کا کھیت کہ گو وہ جلا نہیں ہے۔ مگر اس کا حاصل یہی ہے کہ اس کا ہر دانہ جلایا جائے یہ ظاہر ہے کہ کالا دانہ دفع نظر بد کے لئے جلاتے ہیں۔

عشق میں ہم نے ہی ابرام سے پرہیز کیا — ورنہ جو چاہئے اسباب تمنا سب تھا

کچھ ہمیں نے عشق میں ضد اور ابرام سے ہمیشہ پرہیز کیا ورنہ جو چاہئے وہ اسباب تمنا سب موجود تھا اور کرتے تو ابرام کر سکتے تھے۔

آخر کار گرفتار سر زلف ہوا — دل دیوانہ کہ وارستہ ہر مذہب تھا

صاف شعر ہے کہ میرا دل دیوانہ کسی مذہب اور ملت کی پروا نہ کرتا تھا اور آزاد تھا مگر آخر کار اس کو گرفتار زلف ہونا پڑا۔

شوق سامان فضولی ہے وگرنہ غالب — ہم میں سرمایۂ ایجاد تمنا کب تھا

شوق کی وجہ سے یہ تمام سامان فضول جمع ہوتے ہیں اور یہ ہم کو پریشان کرتا ہے ورنہ اے غالب اصل واقعہ یہ ہے کہ ہم میں کبھی ایجاد تمنا کا مادہ تھا ہی نہیں یہ جو کچھ فضولیات ہیں سب شوق کی بدولت ظہور میں آئی ہیں۔

شب کہ دل گرم خیال جلوۂ جانانہ تھا — رنگ روئے شمع برق خرمن پروانہ تھا

کل رات کو جب دل جلوۂ معشوق کے خیال میں سرگرم تھا اس وقت شمع کا رنگ رو خرمن پروانہ کے لئے برق خرمن بنا ہوا تھا۔ اس سے دو مطلب نکل سکتے ہیں ایک یہ کہ خیال جلوہ ایک برق خاطف تھا اور میرا دل خرمن پروانہ بنا ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ میرے اس خیال کا اثر سب پر محیط تھا اور اسی وجہ سے رنگ روئے شمع خرمن پروانہ کے لئے برق بن گیا تھا۔

شب کہ باندھا خواب میں آنیکا غافل نے حنا — وہ فسون وعدہ میرے واسطے افسانہ تھا

رات جو اس غافل نے خواب میں آنے کا عہد کیا تھا وہ ایک افسون تھا اور اس نے میرے حق میں افسانے کا کام دیا تھا۔ یعنی اس کا وعدہ سنتے ہی مجھے نیند آگئی

دود کو آج اسکے ماتم میں سیہ پوشی ہوئی — وہ دل سوزاں کہ کل تک شمع ماتم خانہ تھا

آج دھواں اس دل کے ماتم میں سیہ پوش ہو رہا ہے جو دل سوزاں کل تک شمع ماتم خانہ بنا ہوا تھا۔ یہ شعر گویا اس شعر کی شرح میں کہا گیا ہے ؎

شمع جلتی ہے تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے
شعلۂ حسن سیہ پوش ہوا میرے بعد

ساتھ جنبش کے بیک بر خاستن طے ہو گیا — تو کہے صحرا غبار دامن دیوانہ تھا

ادھر میں نے جنبش کی اور اٹھا اور ادھر صحرائے زلت یا صحرائے وحشت یا مطلق صحرا کی تمام مسافت طے ہو گئی گویا کہ صحرا صحرا نہ تھا بلکہ دامن دیوانہ کا ایک غبار تھا جو ایک ذرا سی جنبش میں ختم اور طے ہو گیا ؎

یک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا
جادہ اجزائے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

دیکھ اُسکے ساعد سیمین و دست پر نگار — شاخ گل جلتی تھی مثل شمع گل پروانہ تھا

اس کے ساعد سیمین اور دست رنگین کو دیکھ کر رشک سے شاخ گل شمع کی مانند جل رہی

تھی اور گل شکل پروانہ بنا ہوا تھا۔ جیسے ساعد سیمین کو شاخ گل سے اور دست نگارین کو گل سے تشبیہ دی ہے اسی طرح شاخ گل کو شمع اور گل کو پروانہ شمع سے تشبیہ دی گئی ہے شاخ گل مین وجہ شبہ درازی اور پھول ہین جو شمع مین بھی موجود ہین بوجہ شعلہ اور گل شمع کے پروانہ مین اور گل مین وجہ شبہ پتیان ہین چونکہ پروانہ مین پر اور پھولون مین پتیان ہین اس لئے تشبیہ دی گئی ہے۔

بسکہ جوش گریہ سے زیر و زبر ویرانہ تھا　　چاک موج سیل تا پیراہن دیوانہ تھا

چونکہ دیوانہ کے جوش گریہ کی وجہ سے ویرانہ زیر و زبر ہو رہا تھا اس لئے سیلاب کی موج کا چاک گریبان دیوانہ کے پیراہن تک پہونچ گیا تھا۔ یعنی اس قدر رویا تھا کہ سیل اشک تا بہ زانو پہونچ گئی تھی۔

وصل مین بخت سانے سنبلستان گل کیا　　رنگ ترتیب بندی دود چراغ خانہ تھا

شب وصل مین میرے بخت کی رسائی نے سنبلستان پیدا کر دیا تھا اسی کی وجہ سے رنگ چراغ خانہ کی تہ بندی معلوم ہوتا تھا گویا رنگ شب رنگ شب نہ تھا بلکہ وہ پھیلا ہوا دھوان تھا۔ جو شمع خانہ یا چراغ خانہ کی وجہ سے پریشان ہوا۔

موسم گل مین مے گلگون حلال میکشان　　عقد وصل دخت رز انگور کا ہر دانہ تھا

موسم گل مین مے گلگون میکشون کے لئے حلال ہو کیونکہ یہ حلال زادی ہو اسلیئے انگور کا ہر دانہ گویا کہ دختر رز کا عقد تھا پھر جب عقد ہو گیا تھا تو اس سے جو چیز پیدا ہوئی وہ یقیناً حلال ہی میر سوز کا ایک شعر ہو ؎

یہ دختر رز حرام زادی مردار

مینا بازار کی ہے رہنے والی

انتظار جلوۂ کاکل مین ہر شمشاد باغ　　صورت مژگان عاشق صرف عرض شانہ تھا

اس جلوۂ کاکل کے انتظار مین باغ کا ہر شمشاد عاشق کے مژگان کی طرح شانہ بننے کی تمنا

مین محو تھا یعنی چاہتا تھا کہ شانہ بن جاؤن اور اس کے جلوۂ کاکل تک رسائی ہو۔

حیرت اپنی نالۂ بیدرد سے غفلت بنی　　راہ خوابیدہ کو غوغائے جرس افسانہ تھا

میری حیرت میرے اس نالہ کی وجہ سے جس مین درد شامل نہ تھا غفلت کی صورت مین آگئی یعنی اس کی گرانی بڑھ گئی گویا غوغاے جرس نے راہ خفتہ کے حق مین افسانہ کا کام دیا اور اس خواب کو اور سنگین بنا دیا مطلب یہ ہو کہ نالہ بھی مفید مطلب نہوا بلکہ اور ضد بن گیا۔

کو بہ وقت قتل حق آشنائی اے نگاہ　　خنجر زہراب دادہ سبزہ بیگانہ تھا

اے نگاہ تو نے جو مجھے قتل کیا یہ تو خوب کیا لیکن یہ تو بتا کہ وہ حق آشنائی کہان ہو جو مجھ مین اور تجھ مین تھا کیونکہ تو نے مجھے زہراب دادہ خنجر سے قتل کیا اور خنجر مشابہ تھا سبزۂ بیگانہ سے تو گویا از راہ بیگانگی قتل کیا لہذا مجھے یہ کہنے اور پوچھنے کا حق ہے کہ وہ حقوق آشنائی کیا ہوے۔

جوش بے کیفیتی ہو اضطراب آرا اسد　　ورنہ بسمل کا تڑپنا لغزش مستانہ تھا

چونکہ اس مین بے کیفیتی ہو یعنی اس مین کوئی کیفیت نہین ہو اس واسطے باعث اضطراب ہے ورنہ دراصل بسمل کا تڑپنا لغزش مستانہ ہوتا۔ یعنی اس مین اگر کوئی خاص کیفیت ہوتی تو یہ بڑی لطیف چیز تھی۔

شکوۂ یاران غبار دل مین پنہان کر دیا　　غالب ایسے گنج کو شایان یہی ویرانہ تھا

یارون کا شکوہ دل کے غبار مین پوشیدہ کر لیا ہو۔ اے غالب واقعی یہ ایک خزانہ تھا اور دراصل اس کو ایسے ہی ویرانے کی ضرورت بھی تھی۔

اے اسد رویا جو دشت غم مین مین حیرت زدہ　　آئینہ خانہ ہجوم اشک سے ویرانہ تھا

اے اسد مین حیرت زدہ جو دشت غم مین رو یا تو ہجوم اشک کی وجہ سے ویرانہ ایک آئینہ خانہ

بن گیا۔ پانی کی سطح کو آئینہ خانہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ بہترین اور مکمل تشبیہ ہے۔

فسانِ تیغ نازِ قاتلان سنگِ جراحت ہے
دل گرم تپش قاصد ہے پیام تسلی کا

سنگ فسان وہ پتھر جس پر دھار رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ قاتلوں کی تیغ ناز کا سنگ فسان عاشق کیلئے سنگ جراحت کا کام دیتا ہے۔ سنگ جراحت کی خاصیت ہے کہ وہ زخم کو خشک کرتا اور بھرتا ہے۔ اور دل گرم تپش گویا ایک قاصد ہے جو گرم روی سے چل رہا ہے اور پیغام تسکین لا رہا ہے۔

یک گام بیخودی سے لوٹین بہار صحرا
آغوش نقش پا مین کیجئے فشار صحرا

ایک قدم حالت بیخودی مین چل کر صحرا کی بہار لوٹین اور آغوش نقش پا مین پورے صحرا کو لیکر دبا دین۔

اے آبلہ کرم کر یان رنجہ اک قدم کر
اے نور چشم وحشت اے یادگار صحرا

اے آبلے اے نور چشم وحشت اے یادگار صحرا جنون آ میرے قدم مین آ اور قدم رنجہ کر کے مجھے ممنون منت کر۔

دیوانگی اسد کی حسرت کش طرب ہے
در سر ہوائے گلشن در دل غبار صحرا

اسد کی دیوانگی کو طرب اور خوشی کی حسرت اور تمنا ہے اس کے سر مین گلشن کی ہوا ہے اور دل مین صحرا کا غبار یعنی خواہش بھری ہوئی ہے یعنی وہ چاہتا ہے کہ آزادانہ صحرا گردی کرے جو اس کی عین خوشی اور مسرت ہے۔

وحشی بن صیاد نے ہم رم خوردون کو کیا رام کیا
رشتہ چاک جیب دریدہ صرف قماش دام کیا

ہمارا صیاد خود وحشی بنا اور اس نے ہم وحشیون کو اپنا مطیع بنا لیا۔ چونکہ وہ وحشی تھا لہذا اس نے گرفتار کرنے کی ترکیب بھی ایسی ہی سوچی کہ چاک جیب دریدہ کا رشتہ

پوشاک دام مین صرف کیا۔

عکس رُخ افروختہ تھا تصویر بہ پشت آئینہ
شوخ نے وقت حسن طرازی تمکین سے آرام کیا

اس کا دہکتا ہوا روشن رخسارہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پشت آئینہ پر تصویر معلوم ہوتی ہے گویا اس شوخ نے اپنی حسن طرازی کے وقت تمکین کو چھوڑ دیا تھا۔

مُہر بجائے نامہ لگائی بر لب پیک نامہ رسان
قاتل تمکین سنج نے یون خاموشی کا پیغام دیا

میرے قاصد کو اس نے خط تو نہ دیا مگر اس کے لب پر مہر لگا دی قاتل تمکین سنج نے اس اشارے سے گویا کہ خاموش رہنے کا پیغام بھیجا ہے۔

شام فراق یار مین جوش خیرہ سری سے ہم نے اسد
ماہ کو در تسبیح کواکب جائے نشین امام کیا

اے اسد ہم شام فراق یار مین اختر شماری کرتے وقت اپنی خیرہ سری کے جوش مین یہ سمجھے کہ تسبیح پڑھ رہے ہین اور اس تسبیح مین چاند امام ہے باقی اور ستارے دانے ہین

عیادت سے اسد مین بیشتر بیمار رہتا ہون
سبب ہے ناخن دخل عزیزان سینہ خستن کا

اے اسد مین اپنے ان عزیزون سے جو میری عیادت کے لئے آتے رہتے ہین اور بھی زیادہ بیمار رہتا ہون گویا دخل عزیزان ایک ناخن ہے جو بہت زیادہ میری سینہ خراشی کرتا ہے۔

عشق تر سا بچہ و ناز شہادت مت پوچھ
کہ کلہ گوشہ بہ پرواز پر تیر آیا

ایک ترسا بچہ کا عشق اور اسیر شہادت کا ناز۔ کیا اس افتخار کی حالت پوچھتا ہے۔ یوں سمجھ کہ گوشۂ کلاہ پرواز پر تیر کی بلندی پر جا پہونچا۔ یعنی انتہائی سربلندی حاصل ہوئی۔

اے خوشا ذوقِ تمنائے شہادت کہ اسد　　بے تکلف بسجودِ خمِ شمشیر آیا

اے اسد تمنائے جوشِ شہادت کا مجکو کتنا ذوق و شوق تھا کہ بے تکلف خمِ شمشیر کے سجدہ کرنے کے لئے آگیا۔

سیر آنسوئے تماشا ہے طلبگاروں کا　　خضر مشتاق ہے اس دشت کے آواروں کا

تیرے طلبگاروں کا مقام سیر وہ ہے جو آنسوئے تماشا آباد ہے۔ خضر اُس جنگل کے آواروں کی ملاقات کا مشتاق اور آرزومند ہے۔ سیر آنسوئے تماشا کیسی ہی ترکیب اور ویسی ہی تخئیل ہے جیسے کہ عدم سے پرے۔

دادخواہِ تپش و مہرِ خموشی برلب　　کاغذِ سرمہ ہے جامہ ترے بیماروں کا

تپش کی دادخواہی کرنا چاہتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ خموشی کی مُہر لب پر لگی ہوئی ہے کچھ کہہ سکتے نہیں ہیں تو اس حالت میں اُن کا جامۂ کاغذی جو دادخواہی کا نشان ہے گویا کاغذِ سرمہ بن گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سرمہ خاموش کر دیتا ہے۔

وحشتِ نالہ بہ واماندگیِ وحشت ہے،　　جرسِ قافلۂ دل ہے گرانباروں کا

چونکہ وحشت واماندہ ہوگئی ہے اس لئے اب نالہ کی وحشت اُس پر سوار ہے گویا گرانباروں کا دل جرسِ قافلہ ہے کہ وہ واماندگیِ وحشت نالہ میں گرفتار ہوتے ہیں۔

پھر وہ سوئے چمن آتا ہے خدا خیر کرے　　رنگ اُڑتا ہے گلستاں کے ہواداروں کا

وہ ظالم پھر چمن کی طرف آرہا ہے۔ خدا معلوم اب کیا گل کھلائے گا۔ خیرخواہانِ گلشن کا رنگ اُڑا جاتا ہے کہ دیکھئے اب کیا ہوگا۔

جلوہ مایوس نہیں دل نگرانی غافل　　چشمِ اُمید ہے روزن تری دیواروں کا

اے غافل دل نگرانی کی ضرورت ہے وہ جلوہ سے کچھ مایوس نہیں ہے کیونکہ تیری دیوار کا روزن تک چشمِ بینا کا کام کرتا ہے اس طرح سے میرا انتظار مایوس جلوہ نہیں ہے۔

اسد اے ہرزہ درا نالہ بہ غوغا تا چند　　حوصلہ تنگ کرے بے سبب آزاروں کا

اے ہرزہ درا (بیہودہ گو) اسد یہ نالہ کرکے تو کیوں شور مچارہا ہے اور کیوں غوغا کرکے اُن لوگوں کا جو بے سبب آزار ہیں حوصلہ تنگ کئے دیتا ہے۔

عیادت سے زبس ٹوٹا ہے دل یارانِ غمگیں کا　　نظر آتا ہے موئے شیشہ رشتہ شمع بالیں کا

میری عیادت کرنے سے میرے یارانِ غمگین کا چونکہ بہت زیادہ دل ٹوٹا اور دل شیشہ کی مانند ہوتا ہے تو اب شمع بالین کا رشتہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے شیشہ میں بال پڑ گیا ہو۔

بجائے غنچہ و گل ہے ہجومِ خار و خس یاں تک　　کہ صرفِ بخیۂ دامن ہوا ہے خندہ گلچیں کا

فی زمانہ غنچہ و گل کی جگہ کوڑے کباڑ اور خار و خس کا ہجوم یہاں تک ہے کہ گلچین کا خندہ بخیۂ دامن کے کام آرہا ہے یعنی دامن میں گل و غنچہ کی جگہ اس کا خندہ ہے یعنی دامن خالی پر گلچین قہقہے لگا رہا ہے۔

نصیبِ آستیں ہے حاصلِ روئے عرق آگیں　　چُنے ہے کہکشاں خرمن سے مہ کے خوشۂ پرویں کا

اُس کے روئے عرق آگین کا عرق آستین کو نصیب ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کہکشاں خرمنِ ماہ سے پروین کے خوشے چُن رہا ہو۔

اس شعر میں تین تشبیہیں ہیں۔ خرمنِ ماہ سے روئے یار کو اور کہکشاں سے آستین اور پروین سے قطرہ ہائے عرق کو تشبیہ دی ہے۔ خرمنِ ماہ مسلمات شعرا سے ہے پروین ستارہائے معروف جو گچھے کی صورت آسمان پر نمودار ہوتے ہیں۔

اسد ارباب فطرت قدردانِ لفظ و معنی ہیں　　سخن کا بندہ ہوں لیکن نہیں مشتاق تحسیں کا

اے اسد اہل دنیا لفظ اور معنی کے قدردان ہیں شعر و شاعری کا تو دل سے غلام ہوں مگر

تمکنت اور غرور کا مشتاق نہین ہون اور یہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا۔

وردِ اسمِ حق سے دیدارِ صنم حاصل ہوا　　رشتۂ تسبیح تار جادۂ منزل ہوا

خدا کے نام کے ورد سے ہمکو بتون کا دیدار حاصل ہو گیا اس ورد خوانی کے عالم مین جو تسبیح پڑھی اس کا تاگا ہمارے واسطے جادۂ منزل بن گیا۔

محتسب سے تنگ ہے از بسکہ کار میکشان　　زرمین جو انگور نکلا عقدۂ مشکل ہوا

چونکہ محتسب کی ذات سے میکشون کا کام بہت تنگ ہے اس لئے درخت انگور مین جو انگور پیدا ہوا وہ ایک عقدۂ مشکل بن کر رہ گیا یہ ظاہر ہے کہ انگور کو عقدۂ مشکل کہنا کسقدر لطیف ہے۔

وقت شب اُس شمع رو کے شعلۂ آواز پر　　گوش نسرین عارضان پروانۂ محفل ہوا

کل رات اس شمع رو کی آواز کے شعلہ پر اُن معشوقون کا عارض جو نسرین کی طرح گوش رکھنے والے ہین پروانۂ محفل بن گیا یعنی اس کی آواز سُن سُن کر بڑے بڑے حسین قربان ہو گئے۔

عیب کا دریافت کرنا ہی ہنرمندی اسد　　نقص پر اپنے ہوا جو مطلع کامل ہوا

اے اسد عیب کا دریافت کر لینا بھی ہنر ہے یہ سمجھ لے کہ جو شخص اپنے نقص پر اور اپنے عیب پر مطلع ہو گیا۔ وہ شخص بڑا کامل ہو گیا۔

ہے تنگ ز واماندہ شدن حوصلۂ پا　　جو اشک گرا خاک مین ہے آبلۂ پا

درماندگی اور کسل نے مجھ صحرا نورد کے حوصلۂ پا کو پست کر دیا ہے اور اب یہ حالت ہے کہ جو آنسو آنکھ سے گرتا ہے وہ پاؤن کا ایک آبلہ بن جاتا ہے اور برابر ہمت پست ہوتی چلی جاتی ہے۔

سر منزل ہستی سے ہے صحرائے طلب دور　　جو خط ہے کف پا پہ سو ہے سلسلۂ پا

ہستی کی منزل سے صحرائے طلب بہت دور ہے یعنی تجھ کو کہ کف پا کے اوپر جو خط ہے وہ پاؤن کے لئے ایک زنجیر ہے کہ چلنے سے روکتا ہے۔

دیدار طلب ہے دل واماندہ کہ آخر　　نوک سر مژگان سے رقم ہو گلۂ پا

میرے تھکے ہوئے اور واماندہ دل کو دیدار کی خواہش ہے مین چاہتا ہون کہ آخر کار میری شکستہ پائی کا گلہ میری نوک مژگان سے لکھا جائے تاکہ ادا فہم لوگ اس اشارے کو سمجھ سکین اور معلوم کر سکین کہ میرے دل مین کیا حسرتین تھین۔ اس قسم کے شعر متقدمین بہت کہتے تھے چنانچہ مرزا ہی کے دو شعر یہ ہین ؎

مدفن عاشق سے اُگتی ہے جو کوسون تک حنا　　کسقدر یارب ہلاک حسرت پابوس تھا
آنکھ کی تصویر سرنامہ پہ کھینچی ہے کہ تا　　تجھپہ کھل جائے کہ مجکو حسرت دیدار ہے

آیا نہ بیابان طلب کام و زبان تک　　تبخالۂ لب ہو نہ سکا آبلۂ پا

میری طلب کا بیابان جو میرے دل مین پوشیدہ ہے وہ ہمیشہ دل ہی مین مستور اور منزوی رہتا ہے کبھی دل سے زبان تک نہین آیا یعنی اس کا گلہ یا بیان کبھی میری زبان تک نہین آتا جیسے کبھی پاؤن کا آبلہ تبخال لب نہین بنتا ہے۔

فریاد سے پیدا ہے اسد گرمیٔ وحشت　　تبخالۂ لب ہے جرس آبلۂ پا

اے اسد میری گرمی وحشت میری فریاد سے ظاہر ہو رہی ہے جس سے میرے لب پر چھالے پڑ گئے ہین گویا کہ میرے لبون کے چھالے آبلہ پا کے جرس ہین کہ ان سے ان کی گرمی کا حال کھلتا ہے۔

بسکہ عاجز نارسائی سے کبوتر ہو گیا　　صفحۂ نامہ غلاف بالش پر ہو گیا

چونکہ میرا کبوتر نامہ بر رسائی منزل مقصود سے عاجز ہو کر گر پڑا تو وہی خط کا کاغذ جو اس کے پاس تھا اس کے تکیہ پر کے لئے غلاف بن گیا۔ اور اب کبوتر صرف ایک بالش پر کی صورت رکھتا ہے۔

صورت دیبا تپش سے میرے غرق خون ہے آج　　خار پیراہن رگ نستر کو نشتر ہو گیا

صورت دیبا وہ صورتین یا نقوش جو کپڑون پر بناتے ہین مطلب یہ ہے کہ میرے لباس کے کپڑون پر جو پھول پتیان بنی ہین وہ میری تڑپ سے تمام خون مین ڈوبی ہوئی ہین گویا کہ میرا خار پیراہن یعنی میری بیتابی رگ نسترن (چمیلی) کے لئے نشتر بن گئی ہین۔

بسکہ آئینہ نے پایا گرمی رخ سے گداز　　دامن تمثال مثل برگ گل تر ہو گیا

آئینہ مین محبوب کی تصویر تھی جس کی گرمی رخسار نے آئینہ کو گھلا دیا اور اس گداز سے تصویر کا دامن اس طرح بھیگ گیا جیسے پھول کی پتیان تر ہو جاتی ہین۔

شعلہ رخسارا تحیر سے تری رفتار کے　　خار شمع آئینہ آتش مین جوہر ہو گیا

اے شعلہ رخسار تیری رفتار کے تحیر سے خار شمع یعنی شمع کی بتی یا رشتہ شمع آئینہ آتش کے لئے جوہر بن گیا ہے گویا تیرے شعلہ رخسار کا یہ اثر ہے کہ شمع کا خار آئینہ آتش یعنی آتش مین جوہر بن گیا ہے۔

بسکہ وقت گریہ نکلا تیرہ کاری کا غبار　　دامن آلودہ عصیان گران تر ہو گیا

ندامت عصیان سے گریہ کرنے کے وقت جو تیرہ کاری کا غبار دل سے نکلا اس سے اس دامن مین جو عصیان کی وجہ سے صرف تر تھا۔ اب اور بھی گرانی پیدا ہو گئی پہلے صرف تری اور نمی تھی اب گرانی بھی پیدا ہو گئی اور یہ شعر صادق ہو گیا ؎

رونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے
دھوے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے

حیرت انداز رہبر ہے عنانگیر اے اسدؔ　　نقش پائے خضر یان سد سکندر ہو گیا

رہبر یا رہنما کے انداز کی حیرت میری عنانگیر ہے یعنی مجھے روک رہی ہے نقش پائے خضر میرے واسطے سد سکندر کا کام دے رہا ہے اور مین چلنے سے عاجز ہون۔

گرفتاری مین فرمان خط تقدیر ہے پیدا　　کہ طوق قمری از ہر حلقہ زنجیر ہے پیدا

گرفتار ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ گرفتاری فرمان خط تقدیر سے ہوئی ہے اور ہر حلقہ زنجیر سے قمری کے طوق کی تصویر نظر آتی ہے یعنی زنجیر کی خلقت اور آفرینش ہی اس بات پر مبنی تھی کہ قمری کو گرفتار کرے اور قمری کا طوق بنے۔

زمین کو صفحہ گلشن بنایا خون چکانی نے　　چمن بالیدنی ہا از رم نخچیر ہے پیدا

شکار زخم خوردہ جو رم کر رہا اور بھاگ رہا ہے اس سے خون ٹپکتا جا رہا ہے اور یہی خون کے قطرے جو ٹپکتے جا رہے ہین وہ گل کی صورت ہین ان سے زمین صفحہ گلشن بنتی جاتی ہے تو گویا رم نخچیر نشو و نمائے چمن کا ترجمان ہے اور اسی سے نشو و نمائے چمن کا حال معلوم ہوتا ہے۔

مگر وہ شوخ ہے طوفان طراز شوق خونریزی　　کہ در بحر کمان بالیدہ موج تیر ہے پیدا

شاید وہ شوخ خونریزی کے شوق کا طوفان اٹھا رہا ہے کہ کمان کے دریا مین موج تیر مین برابر تلاطم اور بالیدگی پیدا ہوتی جاتی ہے

نہین ہے کف لب نازک پہ فرط نشہ سے　　لطافت ہا جوش حسن کا سر شیر ہے پیدا

اس کے لب نازک پر جوش نشہ سے مین جو کف آرہے ہین ان کو کف نہ سمجھنا چاہئے بلکہ حسن کے جوش کی لطافت سے یہ بالائی کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔

عروج نا امیدی چشم زخم چرخ کیا جانے　　بہار بے خزان از آہ بے تاثیر ہے پیدا

چشم زخم چرخ کو نا امیدی کے عروج کا حال کیا معلوم۔ وہ کیا جانے کہ نا امیدی کا عروج کیونکر ہوتا ہے۔ اگر بہار بے خزان دیکھنا ہے تو ہماری آہ بے تاثیر کو دیکھے۔

اسدؔ جس شوق سے سجدے ذر بیش فرسا ہون رو زمین　　جراحت ہا دل سے جوہر شمشیر ہے پیدا

اے اسد جس شوق سے ذرے روزن مین تپان رہتے ہین بالکل اسی طرح میرے زخمون مین جوہر شمشیر تپان رہتا ہے۔

ہوا نہ مجھ سے بجز درد حاصل صیاد　　بسان اشک گرفتار چشم دام رہا

صیاد نے مجھے گرفتار تو ضرور کیا مگر میری گرفتاری سے اس کو کچھ حاصل نہین ہوا بلکہ مین دام کی آنکھ (چشم دام حلقۂ دام) مین آنسو کی صورت سے رہا جس کا حاصل سوائے درد کے اور کچھ ہو ہی نہین سکتا۔

دل و جگر تف فرقت سے جل کے خاک ہوئے　　ولے ہنوز خیال وصال خام رہا

میرا دل اور میرا جگر فرقت کی آگ سے جل کر خاک ہو گئے مگر اسپر بھی خیال وصال جو ایک خیال خام تھا وہ اسی صورت سے آج بھی خیال خام ہے۔

دہان تنگ مجھے کس کا یاد آیا تھا　　کہ شب خیال مین بوسون کا اژدحام رہا

نہ معلوم مجھے کس کا دہان تنگ یاد آگیا تھا کہ رات خواب مین بوسون کا ہجوم میرے لبون پر رہا اور شب بھر بوسے لیا کیا۔

نہ پوچھ حال شب و روز ہجر کا غالب　　خیال زلف و رخ دوست صبح و شام رہا

اے غالب کیا پوچھتا ہے کہ جدائی مین میرے شب و روز کیونکر گزرے سچ تو یہ ہے کہ اس کے زلف و رخسار کا خیال دن رات مجھے رہا کیا۔ رخ کو صبح اور زلف کو شام سے تشبیہ دینا مسلمات سے ہے۔

سحر گر باغ مین وہ حیرت گلزار ہو پیدا　　اڑے رنگ گل اور آئینہ دیوار ہو پیدا

صبح کے وقت اگر باغ مین وہ حیرت گلزار (معشوق) پہنچ جائے تو گل کا رنگ اڑکر ایک آئینہ دیوار بن جائے یعنی اُس کے جانے کا یہ اثر ہو کہ چمن مین حیرانی ہی حیرانی کا دور دورہ ہو۔

لگے گر سنگ سر پر یار کے دست نگارین سے　　بجائے زخم گل بر گوشۂ دستار ہو پیدا

اگر یار کے دست نگارین سے سر پر پتھر لگے تو زخم کی بجائے گوشۂ دستار کے اوپر پھول پیدا ہونے لگے یعنی پتھر لگنے سے پیدا ہونا چاہئے زخم مگر اس کے دست نگارین کا یہ اثر ہو کہ وہ زخم پھول کی صورت مین نمودار ہو

کرون گر عرض سنگینی کہسار اپنی بیتابی　　رگ ہر سنگ سے نبض دل بیمار ہو پیدا

اگر کوہ کی سنگینی سے مین اپنی بیتابی کا اظہار کرون تو ہر پتھر سے ایک نبض دل بیمار پیدا ہو جائے۔ رگ سنگ سے مراد وہ لکیرین جو پتھر پر نمودار ہوتی ہین۔ نہایت ہی عمدہ شعر کہا ہے اگرچہ مراعات لفظی کا انبار ہے مگر مراعات اس حسن سے آجائین تو حسن شعر ہین ورنہ کچھ نہین۔

بہ سنگ شیشہ توڑون ساقیا پیمانۂ پیمان　　اگر ابر سیہ مست از سوئے کہسار ہو پیدا

اے ساقی مین اپنے عہد و پیمان کا پیمانہ ابھی سنگ شیشہ سے (شیشۂ مے کو سنگ کہا گیا) توڑتا ہون اگر ابر سیہ مست کہسار کی طرف سے رندان میخوار کی طرح جھومتا ہوا آئے۔

اسد مایوس مت ہو گرچہ رونے مین اثر کم ہو　　کہ غالب ہے کہ بعد از زاری بسیار ہو پیدا

اے اسد نا امید نہو اگرچہ رونے مین اثر کم ہے کیونکہ بہت ممکن ہو کہ بہت سے رونے کے بعد اثر پیدا ہو جائے اس مین غالب کا لفظ کو معنی دے رہا ہے۔ مگر بھرتی ہے

آفت آہنگ ہے کچھ نالۂ بلبل ورنہ　　پھول ہنس ہنس کے گلستان مین فنا ہو جاتا

آفت آہنگ۔ وہ نقصان رسیدہ چیز جس سے آفات و مصیبت عیان ہون مطلب یہ ہے کہ اتنی حیرت ہو کہ بلبل کے نالون سے کچھ آفت و مصیبت کے انداز مترشح ہوتے ہین اور گل اُن کو دیکھ کر یا سنکر کچھ نہ کچھ عبرت کرتا ہے ورنہ پھول کے انداز سے معلوم ہوتا

کہ اگر اس کی خوشی پر نالۂ بلبل کے ملال کا اثر نہ پڑ جاتا تو وہ ہنس ہنس کر فنا ہو جاتا یعنی دنیا میں صرف خوشی ہی سے کام نہیں چلتا بلکہ ملال بھی ایک گونہ کام کرتا ہے۔

کاش نا قدر نہ ہوتا ترا انداز خرام　　مین غبار سر دامان فنا ہو جاتا

تیرا انداز خرام نا قدر ہے اور اگر کاش یہ نا قدر نہ ہوتا تو مین دامان فنا کا غبار ہو جاتا یعنی فنا ہو جاتا۔ مطلب یہ کہ اگر اس بات کی امید ہوتی کہ تیرا خرام ناز کبھی میرے پامال کر دینے کی طرف راغب ہوگا تو مین فنا ہو جاتا۔ مگر یہ بھی امید نہیں ہے اس لئے مین ابتک خاک سر دامان فنا نہیں ہوا۔

یک شبہ فرصت ہستی ہے اک آئینۂ غم　　رنگ گل کاش گلستان کی ہوا ہو جاتا

رنگ گل کو شاعر کے نزدیک صرف ایک شب کی فرصت ہے اور ایسا ہی اکثر ہوتا بھی ہے کہ پھول شام کو کھلتے اور صبح کو مرجھا جاتے ہین اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ یہ یک شبہ ہستی کی فرصت فرصت نہیں ہے بلکہ غم کا ایک آئینہ ہے اس سے تو یہی اچھا تھا کہ رنگ گل گلستان کی ہوا ہوتا۔ ہوا مین کچھ قیام تو ہے رنگ گل کو اتنا بھی قیام نہیں یا یہ کہ اگر رنگ گل ہوا ہوتا تو یہ اتنے افسوس کی صورت نہ تھی اس مین تو گویا قیام کی صورت ہی نہیں ہے اور یہ یک شبہ صورت قیام تو اور بھی باعث زحمت و تکلیف ہے۔

مستقل مرکز غم پر بھی نہیں تھے ورنہ　　ہم کو اندازۂ آئین وفا ہو جاتا

مصیبت یہ ہے کہ ہم ہمیشہ غم مین بھی مبتلا نہیں رہتے اگر ایسا ہوتا تو کم سے کم ہم کو یہ معلوم ہو جاتا کہ آئین وفا کیا ہے اور کس قدر غم و رنج اس مین اٹھانا پڑتا ہے مگر افسوس کہ ایسا بھی نہیں ہے۔

دست وحشت ہے مرا خشت بدیوار فنا　　گر فنا بھی مین نہ ہوتا تو فنا ہو جاتا

میرا دست وحشت فنا کی دیوار کی ایک اینٹ ہے یعنی میری تعمیر ہی فنا پر مبنی ہے لہذا اگر مین فنا بھی نہ ہوتا تب بھی فنا ہونا لازمی تھا۔ وہ چیز جس کی تعمیر ہی فنا کے سبب

ہو وہ اگر ظاہری طور پر فنا بھی نہ ہو تب بھی اس کو فنا ہی سمجھنا چاہئے۔

حسرت اندوزی ارباب حقیقت مت پوچھ　　جلوہ اک روز تو آئینہ نما ہو جاتا

جو لوگ اپنے آپ کو ارباب حقیقت کے نام سے موسوم کرتے ہین کیا اُن کی حسرت اندوزی کا حال پوچھتا ہے وہ لوگ بالکل محروم ہین کاش جلوہ حقیقت ایک روز تو دیکھ سکتے مگر افسوس کہ ان کو تو کبھی جلوہ دیکھنا نصیب ہوا ہی نہیں ہے۔

غزل مندرجہ ذیل اگرچہ دو مختلف قدیم بیاضون مین مرزا غالب ہی کے نام سے ملتی ہے مگر جہان تک میرا خیال ہے یہ غزل مین نے کہین کسی اور کے نام سے بھی دیکھی ہے اور حقیقتہً یہ ایک عجیب و غریب بات ہے کہ اس مین مرزا غالب کا رنگ بالکل نہیں ملتا۔ شاہ ظفر کے رنگ سے ملتی جلتی ہے جس کی ایک خوش عقیدہ یہی تعبیر لے سکتا ہے کہ شائد مرزا نے کبھی بادشاہ کی فرمایش سے یہ غزل لکھی ہو۔ اور وہ انھین کے پاس رہ گئی ہو اور انھین کے نام سے لوگون نے سنی ہو بہر حال غزل یہ ہے۔ اگر حقیقتاً یہ غزل مرزا غالب ہی کی ہے تو کمال ہے ان لوگون کو خصوصیت سے داد دینی چاہئے جو کہتے ہین کہ مرزا اس رنگ پر قادر نہیں تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے دراصل اپنے واسطے ایک جداگانہ روش نکال لی تھی اور اسپر مضبوطی کے ساتھ قائم تھے۔

یا مجھے شبنم گریان ہی بنایا ہوتا　　ورنہ یارب گل خندان ہی بنایا ہوتا

ایخدایا تو نے مجھے شبنم گریان بنایا ہوتا اور اگر ایسا نہین منظور تھا تو گل خندان بنایا ہوتا۔

بہر صورت میری یہ صورت جواب ہے کہ نہ گل خندان ہون اور نہ شبنم گریان ہون میرے لیے باعث زحمت ہے۔

داغ پر داغ اگر دیکے جلانا تھا مجھے　　یک قلم سرو چراغان ہی بنایا ہوتا

جیسے کہ مجھے اب داغ پر داغ دیکر جلایا جا رہا ہے اگر یہی صورت منظور تھی تو اس سے
بہتر یہ تھا کہ مجھے سرو چراغان بنا دیتا۔ سرو چراغان پھر بھی ایک زینت کی چیز تو ہے
اور مین تو کچھ بھی نہین۔

ان کو مطلب تھا اگر میری پریشانی سے　　سر زلف پریشان ہی بنایا ہوتا

اگر اُن کو یہی منظور تھا کہ مین پریشان رہون تو کاش زلف پریشان بنا دیتے
کہ میری پریشانی کچھ اُن سے نسبت تو رکھتی۔

مجکو دنیا مین سیہ بخت اگر رکھنا تھا　　رنگ خال رخ خوبان ہی بنایا ہوتا

اگر مجکو سیہ بخت ہی رکھنا تھا تو معشوقون کے خال کا رنگ بنانا چاہئے تھا کہ کچھ
فائدہ ہوتا۔ اور مین بھی محظوظ ہوتا یا میری قدر ہوتی۔

تھا جو حیران مجھے اس شکل سے رکھنا منظور　　صاف آئینہ حیران ہی بنایا ہوتا

اگر حیران ہی رکھنا تھا تو کیا ضرورت تھی کہ یون حیران رکھا گیا ایک آئینہ
بنا دیا ہوتا کہ کسی بزم عشرت مین پہونچتا یا معشوقون کے ہاتھون تک رسائی ہوتی۔

گر خوشی تیری یہی تھی کہ نالان ہووے　　تو مجھے بلبل بستان ہی بنایا ہوتا

اگر تیری یہی خوشی تھی کہ مین نالان رہون تو مجھے بلبل چمن بنا دیا ہوتا۔

ایک عالم کی جو آنکھون سے گرایا جون اشک　　کاشکے گوہر غلطان ہی بنایا ہوتا

اگر عالم کی نظر سے گرانا منظور تھا تو اشک نہ بناتا۔ اشک کی صورت کی دوسری
چیز بھی ہوتی ہے یعنی گوہر غلطان بنا دیا ہوتا۔ تاکہ حسینون تک رسائی ہو جاتی۔

چاک زخم گل سے ہے رنگ تبسم بھی عیان　　بلبلون کی سعی ناکارہ کا حاصل کیا ہوا

زخم گل کے چاک سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہین کہ بلبل کے جذب دل کا اثر پڑا ہے

اس لئے مطمئن ہین مگر کیا وہ لوگ یہ نہین سمجھ سکتے کہ یہی چیز جسے چاک زخم سمجھا ہے یہ تبسم
سے بھی ملتا ہے اور ممکن ہے کہ یہ سراسر تبسم ہی ہو۔ ایسی حالت مین کوئی بتائے کہ بلبلون
کی سعی ناکارہ کا کیا فائدہ ہوا۔

عمر سب بتخانے مین نذر پرستش ہو گئی　　اب ہوا بھی تو خیال حق و باطل کیا ہوا

اس شعر کی شرح گویا حکیم مومن مرحوم نے کی ہے جو بہت مشہور و معروف ہے۔

عمر ساری تو کٹی عشق بتان مین مومن
آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہون گے

مگر مرزا صاحب یہ فرماتے ہین کہ تمام عمر تو بتخانے مین گزار دی اب اگر حق و باطل کا خیال کیا بھی تو
کیا خیال کیا اور اس خیال سے فائدہ کیا ہوا۔

سایہ سان افتادگی تھی عجز بسمل کی دلیل　　اے اسد زور آزما بازوے قاتل کیا ہوا

بسمل کی سایہ کی مانند افتادگی اُس کی عاجزی کی دلیل تھی پھر آخر یہ کیا سبب ہے
کہ اس پر بازوے قاتل نے بھی زور آزمائی کی بظاہر کوئی وجہ نہین تھی۔

نازش سرمایہ عالم تھا نظرون مین ہی　　ہمنوا آخر مرے پہلو سے وہ دل کیا ہوا

تمام دنیا مین اگر میرے لئے باعث نازش اور وجہ افتخار کوئی چیز تھی تو وہ ایک
میرا دل تھا جو اب میرے پاس نہین ہے اے ہمنشین تو مجھے بتا کہ آخر میرا دل کیا ہو گیا
اسی مضمون کو دوسری مرتبہ صاف کر کے یون کہا ہے۔

ہر طرح جو نازش سرمایہ کونین تھا　　کیا بتاؤن ہمنوا تجھ سے کہ وہ دل کیا ہوا

یعنی مجھے جس پر ہر طرح افتخار اور ناز تھا اب اے ہمنشین کیا بیان کرون کہ اُس دل
خون شدہ کی کیا حالت ہوئی اور وہ کیا ہو گیا۔

شب کہ سرگرم فغان تھا دل نالان میرا　　جلتی تھی دیکھ کے غم شمع فروزان میرا

رات کو مین حالت کرب و اضطراب مین نالے کر رہا تھا اور بیتاب تھا تو میرے نالون اور غمون کو دیکھ کر شمع فروزان بھی غمون سے جل رہی تھی۔ اس زمین مین مرزا کے معاصرین مین سے بھی بعض لوگون کی غزلین موجود ہین چنانچہ نواب مصطفےٰ خان شیفتہ کی غزل کا یہ مطلع ہے ؎

صبح ہوتے ہی گیا گھر مہ تابان میرا
پنجۂ خور نے کیا چاک گریبان میرا

وحشی سوختہ اختر ہون مرا حال نہ پوچھ — دور بھاگا ہے مجھے دیکھ بیابان میرا

مین ایک بدنصیب وحشی ہون میری حالت کیا پوچھتا ہے وحشی کا گھر بیابان مین ہوتا ہے مگر میری سوختہ اختری اور وحشت کی وجہ سے میرا بیابان بھی مجھے دیکھ کے دور بھاگتا ہے۔ اس سے زیادہ کیا تکلیف ہوسکتی ہے اور اس سے بڑھ کر وحشت کی اور کیا تاثیر ہوسکتی ہے۔

غیر تو اپنی جگہ ہین جو کبھی مین چاہون — خود مجھے بھی نہو اندازہ حرمان میرا

غیر سے مراد کوئی دوسرا شخص کوئی دوسری ذات ہے کہتے ہین کہ بھلا غیرون کو میری حسرت و حرمان کا اندازہ کیا ہوسکتا ہے غیر تو غیر اب تو حرمان و بدنصیبی کا یہ عالم ہے کہ اگر مین چاہون تو مجھے بھی اندازہ حرمان نہین ہوسکتا اور مین خود نہین معلوم کرسکتا کہ کسقدر بدنصیب ہون

چشم خونابہ فشان آج نظر آتا ہے — شفق صبح کے دامن مین گریبان میرا

اے چشم خونابہ افشان آج مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا گریبان شفق صبح کے دامن مین ٹنکا ہوا ہے یعنی چشم خونابہ افشان نے اس قدر خونابہ افشانی کی ہے کہ گریبان تک خون مین ڈوب گیا ہے اور اس وجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا گریبان شفق صبح کے دامن مین لگا ہے۔

فصل اندوہ نہ غم ہے ہی یہان پہ غالب — نزہت باغ سے بہتر ہے گریبان میرا

نہ یہان بہار کا موسم اور منتظر ہے اور نہ خزان کا غم ہے اے غالب میرا بیابان

یعنی جس بیابان مین مین ہون وہ بہر صورت باغ کی ترو تازگی سے اچھا ہے اس واسطے کہ باغ مین تو بہار کے بعد ہمیشہ خزان کا خوف لگا رہتا ہے مگر یہان بہار ہی نہین ہے تو پھر کیون خزان کا خوف ہوگا۔

ردیف باے تازی

بسکہ ہے میخانہ ویران جون بیابان خراب — عکس چشم آہوے رم خوردہ ہے داغ شراب

چونکہ میخانہ بیابان غیر آباد کی طرح ویران ہو رہا ہے تو اب یہان اگر کوئی شراب کا داغ دکھائی دیتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی آہوے وحشی رم کرتا ہوا گیا ہے اور حالت رمیدگی مین اس کی آنکھ کا یہ عکس پڑا ہے۔

تیرگی ظاہری ہے طبع موزون کا نشان — غافلان عکس سواد صفحہ ہے گرد کتاب

یہ ظاہری تاریکی اور تیرگی طبع موزون کا نشان ہے اے غافلو گرد کتاب گرد نہین ہے بلکہ سواد صفحہ کا عکس ہے جو دلیل کمال ہے۔

یک نگاہ صاف صد آئینہ تاثیر ہے — ہے رگ یاقوت عکس خط جام آفتاب

ایک نگاہ صاف سو تاثیرون کا آئینہ بن جاتی ہے دیکھو رگ یاقوت یعنی وہ خط جو یاقوت پر ہین جام آفتاب کے خط عکس ہین یعنی جام آفتاب چونکہ نگاہ صاف رکھتا ہے لہذا اس کا اثر بھی یاقوت پر ویسا ہی پڑتا ہے یہ ظاہر ہے کہ معدنیات کی پرورش حرارت آفتاب سے ہوتی ہے۔

ہے عرق افشان مشی سے ادہم مشکین یار — وقت شب اختر گنے ہے چشم بیدار رکاب

میرے دوست کا رہوار مشکی جو چلنے کی وجہ سے پسینہ مین ڈوبا ہوا ہے اس سے عرق کے قطرے گر رہے ہین وہ گویا ستارے ہین اور اس مین رکاب حلقہ چشم ہین تو گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ چشم رکاب رات کے وقت اختر شماری کر رہی ہے۔